شذرات	اسلام اور موسیقی ــــ خصوصی اشاعت	منظور الحسن	۲
قرآنیات	آل عمران (۳: ۱۰۔۱۳)	جاوید احمد غامدی	۳
دین و دانش	اسلام اور موسیقی	منظور الحسن	۷
ادبیات	غزل	جاوید احمد غامدی	۱۰۷
خبر نامہ			۱۱۲

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اسلام اور موسیقی ـــــ خصوصی اشاعت

ہمارے ہاں بالعموم یہ تصور پایا جاتا ہے کہ اسلام موسیقی کو ممنوع قرار دیتا ہے۔ استاذ گرامی جناب جاوید احمد غامدی کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اسلامی شریعت میں اس تصور کے لیے کوئی بنیاد موجود نہیں ہے۔ یہ مباحات فطرت میں سے ہے۔ قرآن مجید اس کے بارے میں خاموش ہے، تاہم حدیث کی کتابوں میں ایسی متعدد روایتیں موجود ہیں جو اس کے جواز پر دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ ان کے نزدیک اس فن کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

استاذ گرامی نے اپنی یہ رائے ''اسلام اور فنون لطیفہ'' کے موضوع پر ایک لیکچر میں بالتفصیل بیان کی ہے۔ اس لیکچر کی روشنی میں ہم نے ''اسلام اور موسیقی'' کے زیر عنوان ایک مفصل مضمون تحریر کیا ہے۔ یہ مضمون استاذ گرامی کے افادات پر مبنی ہے اور انھی کی رہنمائی میں تحریر کیا گیا ہے۔ موضوع سے متعلق مواد کی تحقیق اور اس کی ترتیب و تدوین میں شاہد محمود صاحب اور معظم صفدر صاحب کا تعاون شامل رہا۔ یہ مضمون ہم اس اشاعت میں افادۂ عام کے لیے شائع کر رہے ہیں۔

ـــــ منظور الحسن

---

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آل عمران

(۳)

(گزشتہ سے پیوستہ)

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ ، وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا، وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ﴿۱۰﴾ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ، وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ، كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ، وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۱﴾

(اِس کتاب کے) منکروں کو اللہ کے حضور میں اُن کا مال کچھ کام دے گا اور نہ اُن کی اولاد[۱۴]، اور یہی ہیں جو دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ اِن کا معاملہ بھی وہی ہے جو فرعونیوں اور اُن سے پہلے کے لوگوں کا تھا[۱۵]۔ اُنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلا دیا تو اللہ نے اُن کے گناہوں کی پاداش میں اُنھیں پکڑ لیا اور حق یہ ہے کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے[۱۶]۔ ۱۰۔۱۱

[۱۴] یہ ان منکروں کی اصلی بیماری کی طرف اشارہ کیا ہے کہ درحقیقت مال واولاد کی محبت ہی ہے جو انھیں قرآن کے پیش کردہ حقائق کے سامنے سرافگندہ ہونے سے روک رہی ہے، لیکن اس کو چھپانے کے لیے وہ متشابہات کے درپے ہوتے اور ان کے اندر سے کچھ اعتراضات ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ ان کی یہ کمزوری بے نقاب نہ ہونے پائے۔

[۱۵] اصل میں 'کداب آل فرعون' کے الفاظ آئے ہیں۔ اس جملے کی تالیف ہمارے نزدیک یہ ہے: 'دابھم کداب آل فرعون'۔ چنانچہ ہم نے ترجمہ اسی کے لحاظ سے کیا ہے۔

[۱۶] اصل میں لفظ 'شدید العقاب' آیا ہے۔ اس میں دو مفہوم موجود ہیں: ایک یہ کہ سزا عمل کا بدلہ ہے۔ دوسرا یہ کہ

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ، وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٢﴾ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا، فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ، يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ، وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ

اِن منکروں سے کہہ دو کہ عنقریب تم بھی (اِسی طرح) مغلوب ہو جاؤ گے اور (اِس کے بعد) دوزخ کی طرف ہانکے جاؤ گے، اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے، اور (تمھیں اگر ہماری اِس بات میں کوئی تردد ہے تو) جن دو گروہوں میں مڈبھیڑ ہوئی، اُن کی سرگزشت میں تمھارے لیے ایک بڑی نشانی ہے[17]۔ ایک (ماننے والوں کا) گروہ جو اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا نہ ماننے والوں کا (جو شیطان کی راہ میں لڑ رہا تھا)[18]۔ وہ (بدر کے میدان میں) ماننے والوں کو کھلم کھلا اپنے سے دوگنا دیکھ رہے تھے[19]۔ (یہ حقیقت ہے کہ) اللہ جس کی چاہتا ہے (اِسی طرح) اپنی تائید سے مدد فرماتا ہے۔

قانون طبیعی کی طرح اللہ تعالیٰ کے اخلاقی قانون کا نتیجہ بھی لازماً سامنے آتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس کے ظہور کا ایک دن مقرر ہے اور طبیعی قانون کے نتائج اسی دنیا میں اور بالعموم فوراً ظاہر ہو جاتے ہیں۔

[۱۷] یعنی اس بات کی نشانی کہ حق کو غلبہ حاصل ہو گا اور قرآن کے منکرین سرزمین عرب میں لازماً مغلوب ہو جائیں گے۔ بدر میں اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت جس شان کے ساتھ ظاہر ہوئی، اس سے یہ بات قرآن کے تمام مخاطبین پر واضح ہو گئی۔ اس لیے کہ یہود اپنے ہاں طالوت کی جنگ میں تائید الٰہی کا یہ منظر صدیوں پہلے دیکھ چکے تھے، نصاریٰ یوحنا عارف کے مکاشفے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق پیشین گوئی میں اسے پڑھ چکے تھے اور قریش خود اس جنگ کو حق و باطل کا فیصلہ قرار دے کر میدان میں اترے تھے۔

[۱۸] اس جملے میں مقابل کے الفاظ عربیت کے اسلوب پر حذف ہو گئے ہیں۔ انھیں کھول دیجیے تو پوری بات اس طرح ہے: 'فئة مومنة تقاتل فی سبیل اللّٰه، واخری کافرة تقاتل فی سبیل الطاغوت'۔ جملے کے پہلے حصے میں لفظ 'مومنة' محذوف ہے جس کا پتا دوسرے میں 'کافرة' کی صفت دے رہی ہے اور دوسرے میں 'تقاتل فی سبیل الطاغوت' جس پر 'تقاتل فی سبیل اللّٰه' کے الفاظ دلالت کرتے ہیں۔

[۱۹] چنانچہ یہی چیز قریش کی مرعوبیت اور اس کے نتیجے میں ان کی شکست کا باعث بن گئی۔ یہ واقعہ ظاہر ہے کہ اس وقت

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

یَّشَآءُ، اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ﴿۱۳﴾

اِس میں اُن کے لیے یقیناً بڑی بصیرت ہے جو آنکھوں والے ہوں[20]۔ ۱۲۔۱۳

پیش آیا، جب جنگ شروع ہونے کے بعد فرشتوں کی کمک پہنچ گئی اور ان کی شرکت سے تین سو تیرہ کا لشکر دفعتہً حملہ آوروں کی تعداد سے دوگنا، یعنی کم و بیش دو ہزار نظر آنے لگا۔ قرآن نے اسی بنا پر اسے اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی قرار دیا ہے اور خاص طور پر صراحت فرمائی ہے کہ کافروں نے اس نشانی کو اپنے سر کی آنکھوں سے بالکل اسی طرح دیکھا جس طرح وہ میدان بدر کو دیکھ رہے تھے۔

یہاں یہ بات واضح رہے کہ سورۂ انفال میں جس واقعے کا ذکر ہوا ہے کہ دونوں لشکر ایک دوسرے کی نگاہ میں کم کر کے دکھائے گئے تھے، وہ جنگ شروع ہونے سے پہلے کا ہے اور اس کی مصلحت اللہ تعالیٰ نے وہاں بیان کر دی ہے۔ لہٰذا قرآن کے ان دونوں بیانات میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

[۲۰] استاذ امام اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''ایک صاحب بصیرت اور ایک بلید میں سب سے بڑا فرق یہی ہے کہ ایک اپنی ناک سے آگے نہیں دیکھتا، لیکن دوسرے کے لیے ایک معمولی سی نشانی، ایک ادنیٰ سی تنبیہ اور ایک سرسری سا اشارہ حقائق کا ایک دفتر کھول دیتا ہے۔ ایک دروازہ اس کے لیے کھل جائے تو دوسرے دروازے کھولنے کے لیے کلید ہاتھ آ جاتی ہے۔ ایسے لوگوں کو قرآن 'اولو الابصار' کہتا ہے، کیونکہ ان کی آنکھوں میں بصارت کے ساتھ بصیرت کا نور بھی ہوتا ہے جو جزو میں کل اور قطرے میں دجلہ کے مشاہدے کی صلاحیت رکھتا ہے۔'' (تدبر قرآن ۲/ ۴۰)

[باقی]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

منظور الحسن

اسلام اور موسیقی

[جاوید احمد غامدی کے افادات پر مبنی]

انسان کو اللہ تعالیٰ نے احسن تقویم پر پیدا کیا ہے۔ چنانچہ فکر و عمل میں حسن و خوبی کی جستجو اس کی خلقت کا لازمی تقاضا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ شر کے مقابلے میں خیر کا طالب اور سیئات کے برعکس حسنات کا تمنائی ہے۔ وہ نفرت، جھوٹ، ظلم اور بے انصافی کے بجائے اخلاص و محبت، صدق و صفا اور عدل و انصاف کا داعی اور ظلمت کے بجائے نور، تعفن کے بجائے خوش بو اور بدنمائی کے بجائے رعنائی کا مشتاق ہے۔ تہذیب و تمدن کا ارتقا درحقیقت حسن و خوبی کی جستجو ہی کی داستان ہے۔ اس کا لفظ لفظ بتا رہا ہے کہ انسان نے ہمیشہ بہترین کا انتخاب کیا ہے۔ نشوونما کے لیے اسے غذا کی ضرورت تھی۔ وہ اسے خار و خس اور ساگ پات سے بھی پورا کر سکتا تھا، مگر اس نے انواع و اقسام کے خوش ذائقہ کھانوں کو دستر خوان پر سجایا۔ ستر پوشی اس کی حیا کا تقاضا تھا، یہ بوریا اوڑھ کر اور ٹاٹ لپیٹ کر بھی پورا ہو سکتا تھا، مگر اس نے ریشم و دیبا اور اطلس و کم خواب کا انتخاب کیا۔ رہنے بسنے کے لیے اسے مسکن درکار تھا، اس کا بندوبست جنگلوں اور صحراؤں میں غاروں، خیموں اور جھونپڑیوں کی صورت میں بھی ہو سکتا تھا، مگر اس نے شہر آباد کیے اور ان میں عالی شان محلات آراستہ کیے۔ میل جول میں اسے ابلاغ مدعا کی ضرورت تھی۔ یہ اشاروں سے نہ سہی تو سادہ بول چال سے بھی کیا جا سکتا تھا، مگر اس نے کلام کے ایسے اسالیب وضع کیے کہ زبان شعر و ادب کے قالب میں ڈھل گئی۔ انسان کی اس تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی فطرت ہی یہ ہے کہ وہ اپنے ہر اقدام میں حسن و خوبی کا خوگر ہے۔ اس کی ظاہری و باطنی حسیات اور ان کے لوازم اس کے ذوق جمال کے آئینہ دار ہیں۔ چنانچہ یہ

اس کا حسن نظر ہے کہ وہ گردوپیش کی تزیین و آرایش کرتا اور اپنے تصورات کو تصویروں میں ڈھالتا ہے، یہ اس کا حسن بیان ہے کہ وہ لفظوں کو مرتب کرتا اور ان کے آہنگ اور معانی کی تاثیر سے شاعری تخلیق کرتا ہے، یہ اس کا حسن صوت ہے کہ وہ آواز میں دردوسوز اور لحن وغنا پیدا کرتا اور اس کے زیر و بم سے راگ اور سر ترتیب دیتا ہے اور یہ اس کا حسن سماعت ہے کہ وہ اپنے ماحول کی آوازوں سے مسحور ہوتا اور انھیں محفوظ کرنے کے لیے ساز تشکیل دیتا ہے۔ موسیقی درحقیقت اس کے حسن صوت اور حسن سماعت کا مجموعی اظہار ہے۔ چنانچہ یہ اس کے ذوق جمالیات کی تسکین کا باعث بنتی اور اس کے داخلی وجود کے لیے حظ ونشاط کا سامان کرتی ہے۔

موسیقی انسانی فطرت کا جائز اظہار ہے، اس لیے اس کے مباح ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے، مگر بالعموم یہ تصور پایا جاتا ہے کہ اسلامی شریعت اسے حرام قرار دیتی ہے۔ ہمارے نزدیک اس تصور کے لیے شریعت میں کوئی بنیاد موجود نہیں ہے۔ دین میں کسی چیز کے جواز یا عدم جواز کے لیے فیصلہ کن حیثیت قرآن وسنت کو حاصل ہے۔ ان کی سند کے بغیر شریعت کی فہرست حلت وحرمت میں کوئی ترمیم واضافہ نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ ایمان کا تقاضا ہے کہ جن امور کو یہ جائز قرار دیں، انھیں پورے شرح صدر کے ساتھ جائز تصور کیا جائے اور جنھیں ناجائز قرار دیں، فکر وعمل کے میدان میں ان کے جواز کی کوئی راہ ہرگز نہ ڈھونڈی جائے۔

کسی معاملے میں دین کا نقطۂ نظر جاننے کے لیے اہل علم کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے شریعت کے یقینی ذرائع یعنی قرآن وسنت سے رجوع کیا جاتا ہے۔ پھر حدیث کی کتابوں میں درج نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب روایات کی تحقیق کی جاتی ہے۔ اگر موضوع سے متعلق روایات موجود ہوں تو عقل ونقل کے مسلمات کی روشنی میں ان سے رہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔ ضرورت ہو تو قدیم الہامی صحائف کا مطالعہ بھی کیا جاتا ہے اور صحابۂ کرام کے آثار کی روایتیں بھی دیکھی جاتی ہیں۔ انجام کار قرآن، حدیث اور فقہ کے علماے سلف وخلف کی شروح اور توضیحات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

اس طریق کار کے مطابق جب ہم موسیقی کے بارے میں مختلف مصادر سے رجوع کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے بین الدفتین موسیقی کو براہ راست یا بالواسطہ، کسی اسلوب میں بھی

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

ممنوع قرار نہیں دیا گیا۔ سنن کی فہرست میں کسی ایسے عمل کا ذکر نہیں ہے جسے حرمت غنا کا مبنیٰ بنایا جائے۔ ذخیرۂ حدیث میں صحیح اور حسن کے درجے کی متعدد روایات موسیقی اور آلات موسیقی کے جواز پر دلالت کرتی ہیں۔ ان کی ممانعت کی روایتیں بھی موجود ہیں، مگر ان میں سے بیش تر کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ تاہم ان کے مضامین سے معلوم ہوتا ہے کہ ممانعت کا سبب ان کی بعض صورتوں کا شراب، فواحش اور بعض دوسرے رذائل اخلاق سے وابستہ ہونا ہے۔ قدیم صحائف میں سے بائیبل میں واضح طور پر یہ بیان ہوا ہے کہ سیدنا داؤد علیہ السلام نہایت خوش الحان تھے اور ساز و سرود کے ذریعے سے اللہ کی حمد و ثنا کرتے تھے۔ آپ پر نازل ہونے والی کتاب ''زبور'' ان الہامی گیتوں کا مجموعہ ہے جو آپ نے بربط پر گائے تھے۔ صحابۂ کرام کے آثار میں پسند و ناپسند، دونوں طرح کی روایات موجود ہیں۔ جہاں تک علما اور محققین کے کام کا تعلق ہے تو بعض علما نے تفسیر بالماثور کے طریقے پر قرآن کے چند الفاظ کا مصداق غنا کو قرار دیا ہے اور اس بنا پر موسیقی کی حرمت اور شناعت کا رجحان ظاہر کیا ہے۔ علماے حدیث حرمت موسیقی کی اکثر روایتوں کو کمزور قرار دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں بعض علما کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ کتب حدیث میں کوئی ایک روایت بھی ایسی نہیں ہے جسے صحیح کے درجے میں شمار کیا جائے۔ فقہاے کرام کی اکثریت موسیقی کی حرمت کا حکم لگاتی ہے۔ اس ضمن میں ان کی بناے استدلال بالعموم وہی روایات ہیں جنھیں علماے حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اس موضوع پر علوم دین کے مصادر سے ممکن حد تک رجوع کے بعد ہمارا نقطۂ نظر یہ ہے کہ موسیقی مباحات فطرت میں سے ہے۔ اسلامی شریعت اسے ہرگز حرام قرار نہیں دیتی۔ لوگ چاہیں تو حمد، نعت، غزل، گیت، یا دیگر المیہ، طربیہ اور رزمیہ اصناف شاعری میں فن موسیقی کو استعمال کر سکتے ہیں۔ شعر و ادب کی ان اصناف میں اگر شرک و الحاد اور فسق و فجور جیسے نفس انسانی کو آلودہ کرنے والے مضامین پائے جاتے ہوں تو یہ بہرحال مذموم اور شنیع ہیں۔ اس شناعت کا باعث ظاہر ہے کہ نفس مضمون ہے۔ نفس مضمون اگر دین و اخلاق کی رو سے جائز ہے تو نظم، نثر، تقریر، تحریر، صدا کاری یا موسیقی کی صورت میں اس کے تمام ذرائع ابلاغ مباح ہیں، لیکن اس کے اندر اگر کوئی اخلاقی قباحت موجود ہے تو اس کی حامل مخصوص چیزوں کو لازماً لغو قرار دیا جائے گا۔ چنانچہ مثال کے طور پر اگر کسی نعت میں مشرکانہ مضامین کے اشعار ہیں

تو اس نعت کی شاعری ناجائز سمجھی جائے گی، صنف نعت ہی کو غلط قرار نہیں دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی نغمہ فحش شاعری پر مشتمل ہو تو اس کے اشعار ہی لائق مذمت ٹھہریں گے، نہ کہ اصناف شعر و نغمہ کو مذموم تصور کیا جائے گا۔ تاہم کسی موقع پر اگر کوئی اخلاقی برائی کسی مباح چیز کے ساتھ لازم و ملزوم کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے تو سد ذریعہ کے اصول کے تحت وہ چیز وقتی طور پر ممنوع قرار دی جا سکتی ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

قرآن اور موسیقی

قرآن مجید دین کی آخری کتاب ہے۔ دین کی ابتدا اس کتاب سے نہیں، بلکہ ان بنیادی حقائق سے ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے روز اول سے انسان کی فطرت میں ودیعت کر رکھے ہیں۔ اس کے بعد وہ شرعی احکام ہیں جو وقتاً فوقتاً انبیا کی سنت کی حیثیت سے جاری ہوئے اور بالآخر سنت ابراہیمی کے عنوان سے بالکل متعین ہو گئے۔ پھر تورات، زبور اور انجیل کی صورت میں آسمانی کتابیں ہیں جن میں ضرورت کے لحاظ سے شریعت اور حکمت کے مختلف پہلوؤں کو نمایاں کیا گیا ہے۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی ہے اور قرآن مجید نازل ہوا ہے۔ چنانچہ قرآن دین کی پہلی نہیں، بلکہ آخری کتاب ہے اور دین کے مصادر قرآن کے علاوہ فطرت کے حقائق، سنت ابراہیمی کی روایت اور قدیم صحائف بھی ہیں[1]۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن بالعموم ان مسلمات کی تفصیل نہیں کرتا جو دین فطرت کے حقائق کی حیثیت سے انسانی فطرت میں ثبت ہیں یا سنت ابراہیمی کی روایت کے طور پر معلوم و معروف ہیں۔

دین فطرت کے حقائق کو قرآن معروف و منکر سے تعبیر کرتا ہے۔ معروف سے مراد وہ چیزیں ہیں جو انسانی فطرت میں خیر کی حیثیت سے مسلم ہیں اور منکر سے مراد وہ چیزیں ہیں جنھیں وہ برا سمجھتی ہے۔ معروف و منکر کا یہی شعور ہے جس کی بنا پر ہر شخص بآسانی اچھائی اور برائی میں تمیز کر سکتا اور اعمال کے

1۔ اس موضوع پر مفصل بحث استاذ گرامی جناب جاوید احمد غامدی کی تالیف ''میزان'' کے صفحہ ۴۷ پر ''دین کی آخری کتاب'' کے زیر عنوان ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اخلاقی اور غیر اخلاقی پہلووں کو الگ الگ پہچان سکتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید معروف ومنکر کی کوئی متعین فہرست پیش نہیں کرتا، بلکہ چند ناگزیر معاملات میں متعین ہدایات دیتا ہے اور بیش تر معاملات میں محض اصولی رہنمائی تک محدود رہتا ہے۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن مجید انسان کے تمام اعمال وافعال کو موضوع نہیں بناتا۔ بعض معاملات میں وہ دین کے اولین ذرائع کی رہنمائی کو کافی سمجھتے ہوئے انھیں زیر بحث ہی نہیں لاتا، بعض میں اصولی ہدایت تک محدود رہتا ہے، بعض کے بارے میں محض اشارات پر اکتفا کرتا ہے اور بعض کو جزئیات کی حد تک زیر بحث لے آتا ہے۔ جہاں تک موسیقی کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں قرآن مجید اصلاً خاموش ہے۔ اس کے اندر کوئی ایسی آیت موجود نہیں ہے جو موسیقی کی حلت وحرمت کے بارے میں کسی حکم کو بیان کر رہی ہو۔ البتہ، اس میں بعض ایسے اشارات ضرور موجود ہیں جن سے موسیقی کے جواز کی تائید ہوتی ہے۔ ان کی بنا پر قرآن سے موسیقی کے جواز کا یقینی حکم اخذ کرنا تو بلاشبہ کلام کے اصل مدعا سے تجاوز ہوگا، لیکن بالبداہت واضح ہے کہ ان کی موجودگی میں اس کے عدم جواز کا حکم بھی کسی صورت میں اخذ نہیں کیا جا سکتا۔ ان میں سے دو نمایاں اشارات حسب ذیل ہیں۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

آیات قرآنی کا آہنگ

قرآن مجید حسن کلام کے ساتھ ساتھ حسن بیان کا بھی بے مثل نمونہ ہے۔ عظیم شہ پارۂ ادب ہونے کے باوجود اسے عام اصناف ادب میں سے کوئی صنف مثلاً نثر، شاعری یا خطابت تو قرار نہیں دیا جا سکتا، مگر اس کی آیات میں قوافی کے التزام کی وجہ سے یہ بات بجا طور پر کہی جا سکتی ہے کہ اس میں صوتی آہنگ کی رعایت کی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی آیات کا محض صوتی تاثر ہی عامی و عالم، مسلم و غیر مسلم، ہر سامع کو مسحور کر دیتا ہے۔ الفاظ کے صوتی آہنگ کا یہی تاثر ہے جس کی بنا پر کفار قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہا اور کلام الٰہی کو شاعری سے تعبیر کیا۔ قرآن کا یہ صوتی آہنگ اللہ پروردگار عالم کا انتخاب ہے۔ اس انتخاب سے اس امر کا واضح اشارہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آواز والفاظ کے آہنگ کو پسند فرماتے ہیں۔ موسیقی، ظاہر ہے کہ آواز والفاظ کے آہنگ ہی کی ایک صورت ہے۔ آیات قرآنی کا

یہی آہنگ ہے جس کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کو خوش الحانی سے پڑھنے کی ترغیب دی۔ ارشاد فرمایا ہے:

من لم یتغن القرآن فلیس منا. (بخاری، رقم ۷۰۸۹)

''جو قرآن کو غنا سے نہیں پڑھتا، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

زینوا القرآن باصواتکم . (ابن خزیمہ، رقم ۱۵۵۶)

''اپنی آوازوں سے قرآن کی تزیین کرو۔''

سیدنا داؤد کے ساتھ پرندوں کی ہم نوائی

سورۂ انبیا، سورۂ سبا اور سورۂ ص میں یہ بات بیان ہوئی ہے کہ سیدنا داؤد علیہ السلام جب اللہ کی حمد وثنا کرتے تو اللہ کے اذن سے پہاڑ اور پرندے ان کے ہم نوا ہو جاتے تھے۔ سورۂ انبیا میں ارشاد فرمایا ہے:

وَّ سَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ. (۲۱:۷۹)

''اور ہم نے پہاڑوں اور پرندوں کو داؤد کا ہم نوا کر دیا تھا، وہ اس کے ساتھ خدا کی تسبیح کرتے تھے اور یہ باتیں ہم ہی کرنے والے تھے۔''

اس آیت میں 'سخر' کا فعل استعمال ہوا ہے۔ اس کے معنی تابع کرنے، مغلوب کرنے اور ہم آہنگ کرنے کے ہیں۔ یہ اور اس موضوع کے دوسرے مقامات پر اگرچہ یہ صراحت نہیں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام دعا و مناجات کے لیے غنا کا اسلوب اختیار کرتے تھے، تاہم اگر انھیں بائیبل کی روشنی میں سمجھا جائے تو بلاشبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان میں نغمہ سرائی کے اشارات موجود ہیں۔ بائیبل سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ سیدنا داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ساز و سرود کے ساتھ کرتے تھے:

''آؤ ہم خداوند کے حضور نغمہ سرائی کریں! اپنی نجات کی چٹان کے سامنے خوشی سے للکاریں۔ شکرگزاری کرتے ہوئے اس کے حضور میں حاضر ہوں۔ مزمور گاتے ہوئے اس کے آگے خوشی سے للکاریں... خداوند کے حضور نیا گیت گاؤ۔ اے سب اہل زمین! خداوند کے حضور گاؤ۔ خداوند کے حضور گاؤ۔ اس کے نام کو مبارک کہو۔ روز بروز اس کی نجات کی بشارت دو۔'' (زبور ۹۵:۱۔ ۹۶:۱)

''اے خداوند میں تیرے لیے نیا گیت گاؤں گا۔ دس تار والی بربط پر میں تیری مدح سرائی کروں گا۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

(زبور۱۴۴: ۹)

مولانا ابوالکلام آزاد نے اس آیت سے سیدنا داؤد علیہ السلام کی حمد یہ نغمہ سرائی ہی کا مفہوم اخذ کیا ہے۔ ''ترجمان القرآن''میں لکھتے ہیں:

''حضرت داؤد بڑے ہی خوش آواز تھے۔ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے عبرانی موسیقی مدون کی اور مصری اور بابلی مزامیر کو ترقی دے کر نئے نئے آلات ایجاد کیے۔ تورات اور روایات یہود سے معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر بیٹھ کر حمد الٰہی کے ترانے گاتے اور اپنا بربط بجاتے تو شجر و حجر جھومنے لگتے تھے۔ روایات تفسیر سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے۔ پرندوں کی تسخیر کو بھی دونوں باتوں پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ اس بات پر بھی کہ ہر طرح کے پرندان کے محل میں جمع ہو گئے تھے اور اس پر بھی کہ ان کی نغمہ سرائیوں سے متاثر ہوتے تھے۔ کتاب زبور دراصل ان گیتوں کا مجموعہ ہے جو حضرت داؤد نے الہام الٰہی سے نظم کی تھیں۔'' (۲/ ۴۸۰)

مولانا امین احسن اصلاحی نے بھی سورۂ انبیا کی درج بالا آیت کی تفسیر بائیبل کی معلومات کے پس منظر میں کی ہے۔ بیان فرماتے ہیں:

''ان کے تعلق باللہ کا یہ حال تھا کہ وہ شب میں پہاڑوں میں نکل جاتے اور ان کے حمد و تسبیح کے نغموں اور گیتوں کی صدائے بازگشت پہاڑوں میں گونجتی اور پرندے بھی ان کی ہم نوائی کرتے۔ یہ امر ملحوظ رہے کہ تورات سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت داؤد نہایت خوش الحان تھے اور اس خوش الحانی کے ساتھ ساتھ ان کے اندر سوز و درد بھی تھا۔ مزید براں یہ کہ تمام مناجاتیں گیتوں اور نغموں کی شکل میں ہیں اور یہ گیت الہامی ہیں۔ ان گیتوں کا حال یہ ہے کہ زبور پڑھیے تو اگرچہ ترجمہ میں ان کی شعری روح نکل چکی ہے، لیکن آج بھی ان کو پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دل سینہ سے نکل پڑے گا۔ حضرت داؤد جیسا خوش الحان اور صاحب سوز و درد جب ان الہامی گیتوں کو پہاڑوں کے دامن میں بیٹھ کر، سحر کے سہانے وقت میں پڑھتا ہوگا تو یقیناً پہاڑوں سے بھی ان کی صدائے بازگشت سنائی دیتی رہی ہوگی اور پرندے بھی ان کی ہم نوائی کرتے رہے ہوں گے۔ یہ نہ خیال فرمائیے کہ یہ محض شاعرانہ خیال آرائی ہے، بلکہ یہ ایک حقیقت ہے۔ اس کائنات کی ہر چیز جیسا کہ قرآن میں تصریح ہے، اپنے رب کی تسبیح کرتی ہے، لیکن ہم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ ان کا یہ شوق تسبیح اس وقت اور بھڑک اٹھتا ہے، جب کوئی صاحب درد کوئی

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

ایسا نغمہ چھیڑ دیتا ہے جو ان کے دل کی ترجمانی کرتا ہے، اس وقت وہ بھی جھوم اٹھتے ہیں اور اس کی لے میں اپنی لے ملاتے ہیں۔ اگر پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح ہم نہیں سنتے سمجھتے تو یہ خیال نہ کیجیے کہ اس کو کوئی دوسرا بھی نہیں سنتا سمجھتا۔ وہ لوگ اس کو سنتے اور سمجھتے ہیں جن کے سینوں میں دل گداختہ ہوتا ہے۔

مولانا روم نے خوب بات فرمائی ہے:

فلسفی کو منکر حنانہ است

از حواس انبیا بے گانہ است

اسی حقیقت کی طرف مرزا غالب نے یوں اشارہ کیا ہے:

محرم نہیں ہے تو ہی نوا ہائے راز کا

یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا''

(تدبر قرآن ۵/۳ ۱۷۔۱۷۴)

سورۂ ص کی آیات ۱۸۔۱۹ کے تحت مولانا اصلاحی کی تفسیر سے یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ سیدنا داؤد علیہ السلام کا پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیحات کو سننا اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی معاملہ تھا:

''اس کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے، لیکن ہم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے، لیکن ہمارے نہ سمجھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ کوئی بھی ان کو نہیں سمجھتا۔ حضرت داؤد کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح پہاڑوں کو موم کر دینے والا اور پرندوں کو جذب کر لینے والا سوز ولحن بخشا تھا، اسی طرح ان کو وہ گوش شنوا بھی عطا فرمایا تھا کہ وہ ان کی تسبیح ومناجات کو سمجھ سکیں۔'' (تدبر قرآن ۶/۵۲۲)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

بائیبل اور موسیقی

بائیبل تورات، زبور، انجیل اور دیگر صحف سماوی کا مجموعہ ہے۔ اپنی اصل کے لحاظ سے یہ اللہ ہی کی شریعت اور حکمت کا بیان ہے۔ اس کے مختلف حاملین نے اپنے اپنے مذہبی تعصّبات کی بنا پر اگر چہ اس کے بعض اجزا ضائع کر دیے ہیں اور بعض میں تحریف کر دی ہے، تاہم اس کے باوجود اس کے اندر پروردگار کی رشد وہدایت کے بے بہا خزانے موجود ہیں۔ اس کے مندرجات کو اگر اللہ کی آخری اور محفوظ کتاب قرآن مجید کی روشنی میں سمجھا جائے تو فلاح انسانی کے لیے اس سے بہت کچھ اخذ واستفادہ کیا جا سکتا ہے۔

اس کتاب مقدس میں موسیقی اور آلات موسیقی کا ذکر متعدد مقامات پر موجود ہے۔ ان سے بصراحت یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ پیغمبروں کے دین میں موسیقی یا آلات موسیقی کو کبھی ممنوع قرار نہیں دیا گیا۔ بیش تر مقامات پر اللہ کی حمد وثنا کے لیے موسیقی کے استعمال کا ذکر آیا ہے۔ اس کے علاوہ خوشی، غمی اور جنگ کے حوالے سے بھی موسیقی کا ذکر مثبت انداز سے آیا ہے۔

عبادات اور موسیقی

تورات کی کتاب خروج میں ہے کہ جب اللہ کے حکم سے فرعون اور اس کی فوج سمندر میں غرقاب ہو گئی اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی معیت میں بنی اسرائیل نے غلامی سے نجات پائی تو وہ ایمان لے آئے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اس موقع پر سیدنا موسیٰ اور ان اہل ایمان نے اپنے پروردگار کی حمد و ثنا میں یہ گیت گایا:

''میں خداوند کی ثنا گاؤں گا،

کیونکہ وہ جلال کے ساتھ فتح مند ہوا

اس نے گھوڑے کو سوار سمیت سمندر میں ڈال دیا

خداوند میرا زور اور راگ ہے، وہی میری نجات بھی ٹھہرا...

معبودوں میں اے خداوند تیری مانند کون ہے؟

کون ہے جو تیری مانند اپنے تقدس کے باعث جلالی اور اپنی مدح کے سبب سے رعب والا اور صاحب کرامات ہے۔'' (۱۵/۱۔۲، ۱۱۔۱۲)

اس گیت کے بعد اسی مقام پر گیت گانے کا سبب بیان ہوا ہے اور موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی بہن مریم کے دف بجانے کا ذکر بھی آیا ہے:

''اس گیت کا سبب یہ تھا کہ فرعون کے سوار گھوڑوں اور رتھوں سمیت سمندر میں گئے اور خداوند سمندر کے پانی کو ان پر لوٹا لایا۔ لیکن بنی اسرائیل سمندر کے بیچ میں سے خشک زمین پر چل کر نکل گئے۔ تب ہارون کی بہن مریم نبیہ نے دف ہاتھ میں لیا اور سب عورتیں دف لیے ناچتی ہوئی اس کے پیچھے چلیں۔ اور مریم ان کے گانے کے جواب میں یہ گاتی تھی: خداوند کی حمد و ثنا گاؤ۔'' (خروج ۱۵/۱۹۔۲۱)

تواریخ میں ہے کہ جب سیدنا سلیمان علیہ السلام نے خداوند کے عہد کا مقدس صندوق حاصل کیا اور اس خوشی میں اسرائیل کی پوری قوم نے صندوق کے آگے کھڑے ہو کر بھیڑ بکریوں کی قربانی پیش کی تو اس موقع پر لوگوں نے سازوں کے ساتھ گا کر اللہ کی حمد و ثنا کی:

''تو ایسا ہوا کہ جب نرسنگے پھونکنے والے اور گانے والے مل گئے تاکہ خداوند کی حمد اور شکر گزاری میں ان سب کی ایک آواز سنائی دے اور جب نرسنگوں اور جھانجھوں اور موسیقی کے سب سازوں کے ساتھ انھوں نے اپنی آواز بلند کر کے خداوند کی ستایش کی کہ وہ بھلا ہے، کیونکہ اس کی رحمت ابدی ہے تو وہ گھر جو خداوند کا مسکن ہے ابر سے بھر گیا۔'' (۲۔ تواریخ ۵/۱۳)

زبور حمدیہ گیتوں کا مجموعہ ہے۔ اس کے مندرجات سے واضح ہے کہ یہ گیت سیدنا داؤد علیہ السلام نے سازوں کے ساتھ گائے تھے۔ چنانچہ اس کے بیش تر ابواب پر یہ عنوان قائم ہے کہ: ''میر مغنی کے لیے تار

دار ساز کے ساتھ داؤد کا مزمور۔'' متون سے بھی یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے:

''آؤ ہم خداوند کے حضور نغمہ سرائی کریں! اپنی نجات کی چٹان کے سامنے خوشی سے للکاریں۔ شکرگزاری کرتے ہوئے اس کے حضور میں حاضر ہوں۔ مزمور گاتے ہوئے اس کے آگے خوشی سے للکاریں... خداوند کے حضور نیا گیت گاؤ۔ اے سب اہل زمین! خداوند کے حضور گاؤ۔ خداوند کے حضور گاؤ۔ اس کے نام کو مبارک کہو۔ روز بروز اس کی نجات کی بشارت دو۔'' (۹۵:۱۔۹۶:۱)

''اے خداوند میں تیرے لیے نیا گیت گاؤں گا۔ دس تار والی بربط پر میں تیری مدح سرائی کروں گا۔'' (۹:۱۴۴)

اظہار خوشی اور موسیقی

تورات میں خوشی کے مواقع کے حوالے سے بھی موسیقی کا ذکر آیا ہے۔ سلاطین میں ہے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام جب بنی اسرائیل کی حکمرانی کے منصب پر فائز ہوئے تو اس موقع پر لوگوں نے گا بجا کر اپنی خوشی کا اظہار کیا:

''اور سب لوگ اس کے پیچھے پیچھے آئے اور انھوں نے بانسلیاں بجائیں اور بڑی خوشی منائی اس طرح کہ زمین ان کے شور وغل سے گونج اٹھی۔'' (۱۔سلاطین، ۱/۴۰)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

جنگی نقل و حرکت اور موسیقی

گنتی میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ نرسنگے بنوائیں جنھیں لوگوں کی جماعتوں کو بلانے اور لشکروں کی نقل و حرکت کے لیے استعمال کیا جائے:

''اور خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ اپنے لیے چاندی کے دو نرسنگے بنوا۔ وہ دونوں گھڑ کر بنائے جائیں۔ تو ان کو جماعت کے بلانے اور لشکروں کے کوچ کے لیے کام میں لانا۔'' (گنتی ۱/۱۰۔۳)

احادیث اور موسیقی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موسیقی عرب معاشرت کا حصہ تھی۔ عبادت، خوشی، غم، جنگ اور تفریح جیسے مختلف مواقع پر موسیقی اور آلات موسیقی کا استعمال عام تھا۔ حدیثوں کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف موسیقی کو پسند فرمایا، بلکہ بعض موقعوں پر اس کے استعمال کی ترغیب بھی دی۔ ثقہ روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں گانا سنا؛ شادی کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گانے کی ترغیب دی؛ ہجرت کے بعد آپ مدینہ تشریف لائے تو عورتوں نے دف بجا کر گیت گائے اور آپ نے انھیں پسند فرمایا؛ ماہر فن مغنیہ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا گانا سنانے کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے سیدہ عائشہ کو اس کا گانا سنوایا؛ سیدہ عائشہ حضور کے شانے پر سر رکھ کر بہت دیر تک گانا سنتی اور رقص دیکھتی رہیں؛ سفروں میں آپ نے صحرائی نغموں کی معروف قسم حدی خوانی کو نہ صرف پسند فرمایا، بلکہ اپنے اونٹوں کے لیے ایک خوش آواز حدی خوان بھی مقرر کیا اور اعلان نکاح کے لیے آپ نے آلۂ موسیقی دف بجانے کی تاکید فرمائی۔ ان موضوعات پر متعدد روایتیں حدیث کی کتابوں میں نقل ہوئی ہیں۔ چند نمائندہ روایتیں حسب ذیل ہیں:

عید پر موسیقی

عن عائشة قالت: دخل علي رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم و عندی

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

جاريتان تغنيان بغناء بعاث فاضطجع على الفراش و حول و جهه و دخل ابـو بكر فانتهرني و قال مزمارة الشيطان عند النبي فاقبل عليه رسول اللّٰه عـليـه السـلام فـقـال دعهـمـا فـلـما غفل غمزتهما فخرجتا و كان يوم عيد. (بخاری، رقم ۹۰۷)

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے۔ اس موقع پر دو (مغنیہ) لونڈیاں جنگ بعاث کے گیت گا رہی تھیں۔ آپ بستر پر دراز ہو گئے اور اپنا رخ دوسری جانب کر لیا۔ (اسی اثنا میں) حضرت ابوبکر گھر میں داخل ہوئے۔ (گانے والیوں کو دیکھ کر) انھوں نے مجھے سرزنش کی اور کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ شیطانی ساز (کیوں)؟ (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ ہوئے اور فرمایا: انھیں (گانا بجانا) کرنے دو۔ پھر جب حضرت ابوبکر دوسرے کام میں مشغول ہو گئے تو میں نے ان (گانے والیوں کو چلے جانے کا) اشارہ کیا تو وہ چلی گئیں۔ یہ عید کا دن تھا۔[۲]''

اس روایت سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

- ام المومنین سیدہ عائشہ عید کے روز گیت سن رہی تھیں۔
- یہ گیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں گائے جا رہے تھے۔
- گانے والیاں ماہر فن مغنیات تھیں۔[۳]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۲؎ محدثین نے اس روایت کو 'صحیح' قرار دیا ہے۔

۳؎ روایت میں 'جاریتان' (دو لونڈیاں) کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس سے بعض لوگوں نے ''بچیاں'' مراد لیا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ 'جـاریة' کا لفظ ''بچی'' کے معنی میں بھی آتا ہے، مگر یہاں لازم ہے کہ اس سے ''لونڈیاں'' ہی مراد لیا جائے اور لونڈیاں بھی وہ جو ماہر فن مغنیات کی حیثیت سے معروف تھیں۔ روایت کے اسلوب بیان کے علاوہ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ دوسرے طریق میں 'جـاریتـان' کے بجائے 'قیـنتـان' کے الفاظ نقل ہوئے ہیں۔ 'قینة' کا معلوم و معروف معنی ''پیشہ ور مغنیہ'' ہے۔ روایت یہ ہے:

عـن عـائشة ان ابـا بكر دخل عليها و النبي صلى اللّٰه عليه و سلم عندها يوم فطر او اضـحـى و عندها قينتان تغنيان بما تقاذفت الانصار يوم بعاث فقال ابو بكر مزمار

o گیت کے اشعار حمدیہ یا نعتیہ نہیں تھے۔ انصار کی قبل از اسلام جنگ کا ایک قصہ تھا جسے گیت کی صورت میں گایا جا رہا تھا۔

o نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تشریف لانے کے بعد بھی سیدہ نے گیت سننے کا سلسلہ جاری رکھا۔

o آپ نے سیدہ عائشہ کو گانا سننے سے منع نہیں فرمایا۔

o آپ نے گانے والیوں کو گانا گانے سے نہیں روکا۔

o نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود گانے کی طرف متوجہ نہیں ہوئے، تاہم جس طرح آپ نے سیدنا ابوبکر کی آواز سن لی، اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ آپ کو گانے کی آواز بھی سنائی دے رہی تھی۔

o سیدنا ابوبکر نے اسے دیکھتے ہی 'مزمار الشیطان' یعنی شیطان کا ساز کے الفاظ سے تعبیر کیا۔

o سیدنا ابوبکر نے جب گانے کو روک دینا چاہا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں منع فرما دیا۔

بخاری کی اس روایت سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید کے موقع پر موسیقی کو ناجائز نہیں سمجھتے تھے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ کا آپ کی موجودگی میں گانا سننا، آپ کا اس پر نہ پابندی عائد کرنا اور نہ کسی ناراضی کا اظہار فرمانا، بلکہ سیدنا ابوبکر کو بھی مداخلت سے روک دینا، یہ سب باتیں موسیقی کے مباح ہونے ہی کو بیان کر رہی ہیں۔

اسی موضوع کی ایک روایت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے المعجم الکبیر میں نقل ہوئی ہے۔ وہ بیان فرماتی ہیں:

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

الشیطان مرتین فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ و سلم دعهما یا ابابکر ان لکل قوم عیدا وان عیدنا هذا الیوم. (بخاری، رقم ۳۷۱۶)

"سیدہ عائشہ بیان کرتی ہیں: ابوبکر رضی اللہ عنہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے روز ان کے پاس آئے۔ نبی صلی اللہ وسلم بھی وہاں موجود تھے۔ اس وقت دو مغنیہ لونڈیاں وہ گیت گا رہی تھیں جو انصار نے جنگ بعاث میں پڑھے تھے۔ سیدنا ابوبکر نے دو مرتبہ کہا: یہ شیطانی ساز (کیوں)؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر ابوبکر سے فرمایا: انھیں گانے دو۔ ہر قوم کا ایک عید کا دن ہوتا ہے۔ اور آج ہماری عید کا دن ہے۔"

دخلت علينا جارية لحسان بن ثابت يوم فطر ناشرة شعرها معها دف تغني فزجرتها ام سلمة فقال النبي دعيها يا ام سلمة فان لكل قوم عيدا وهذا يوم عيدنا. (رقم ۵۵۸)

''عیدالفطر کے دن حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ایک لونڈی ہمارے پاس آئی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ اس کے پاس دف تھا اور وہ گیت گا رہی تھی۔ سیدہ ام سلمہ نے اسے ڈانٹا۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ام سلمہ اسے چھوڑ دو۔ بے شک ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور آج کے دن ہماری عید ہے۔''

شادی بیاہ پر موسیقی

عن ابن عباس قال انكحت عائشة ذات قرابة لها من الانصار فجاء رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقال أهديتم الفتاة قالوا نعم قال ارسلتم معها من يغني قالت لا فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ان الانصار قوم فيهم غزل فلو بعثتم معها من يقول:

اتيناكم اتيناكم

فحيانا وحياكم. (ابن ماجہ، رقم ۱۹۰۰)

''حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ نے انصار میں سے اپنی ایک عزیزہ کا نکاح کیا۔ اس موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں تشریف لائے۔ آپ نے (لوگوں سے) دریافت کیا: کیا تم نے لڑکی کو رخصت کر دیا ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے پوچھا: کیا اس کے ساتھ کوئی گانے والا بھی بھیجا ہے؟ سیدہ عائشہ نے کہا: جی نہیں۔ آپ نے فرمایا: انصار گانا پسند کرتے ہیں۔ یہ بہتر ہوتا کہ تم اس کے ساتھ کسی گانے والے کو بھیجتے جو یہ گیت گاتا[۴]:

---

[۴] بخاری میں یہی روایت ان الفاظ میں نقل ہوئی ہے:

عن عائشة انها زفت امراة الى رجل من الانصار، فقال نبي اللّٰه : يا عائشة ما كان معكم لهو، فان الانصار يعجبهم اللهو. (رقم ۴۸۶۷)

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ہم تمھارے پاس آئے ہیں، ہم تمھارے پاس آئے ہیں۔
ہم بھی سلامت رہیں، تم بھی سلامت رہو۔[۵]''

اس روایت سے یہ باتیں معلوم ہوتی ہیں:

o نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گانے والے کو بھیجنے کے بارے میں جس انداز سے دریافت فرمایا، اس سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اہل عرب رخصتی کے موقع پر دلہن کے ساتھ بالعموم کسی گانے والے کو بھیجا کرتے تھے۔

o نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جان کر کہ گانے والے کو دلہن کے ہم راہ نہیں بھیجا گیا، خوش گوار تاثر کا اظہار نہیں فرمایا۔

o آپ نے شادی کے موقع پر گانے والے کو دلہن کے ہم راہ بھیجنے کی ترغیب دی۔

o آپ نے گائے بغیر گیت کے بول بھی ادا فرمائے۔

o آپ نے انصار کے گانا پسند کرنے کو بیان فرمایا اور اسے باطل قرار نہیں دیا۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شادی بیاہ کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم گیتوں کو پسند فرماتے تھے۔ اس کے بعض دوسرے طرق سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ گفتگو اس بنا پر فرمائی کہ آپ کو شادی والے گھر میں گانے کی کوئی آواز سنائی نہ دی۔ ابن حبان کی روایت ہے:

عن عائشة قالت كان في	''سیدہ عائشہ بیان کرتی ہیں: میرے زیر
حجري جارية من الانصار	کفالت ایک انصاری لڑکی رہتی تھی۔ میں نے
فزوجتها قالت فدخل علي	اس کی شادی کر دی۔ شادی کے روز نبی صلی اللہ
رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم	علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے۔ اس موقع
يوم عرسها فلم يسمع غناء ولا	پر آپ نے نہ کوئی گیت سنا اور نہ کوئی کھیل

''عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک خاتون کو ایک انصاری شخص سے بیاہ کر رخصت کر دیا۔ (اس موقع پر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ، (کیا وجہ ہے کہ) تم لوگوں کے ساتھ کچھ گانا بجانا نہیں تھا، (حالانکہ) انصار تو گانے بجانے سے خوش ہوتے ہیں۔''

۵ محدثین نے اس روایت کو 'حسن' قرار دیا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

لعبا فقال یا عائشة هل غنیتم علیها او لا تغنون علیها ثم قال ان هذا الحی من الانصار یحبون الغناء. (رقم ۵۸۷۵)

دیکھا۔ (یہ صورت حال دیکھ کر) آپ نے فرمایا: عائشہ، کیا تم لوگوں نے اسے گانا سنایا ہے یا نہیں؟ پھر فرمایا: یہ انصار کا قبیلہ ہے جو گانا پسند کرتے ہیں۔''

جشن پر موسیقی

۱۔ عن ابن عائشة لما قدم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم المدینه جعل النساء و الصبیان یقلن :

طلع البدر علینا   من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا   ما دعا للّٰہ داع
ایها المبعوث فینا   جئت بالامر المطاع

(السیرۃ الحلبیۃ ۲/۲۳۵)

۲۔عن انس بن مالك ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم مربعض المدینة فاذا هو بجوار یضربن بدفهن و یتغنین و یقلن:

نحن جوار من بني النجار
یا حبذا محمد من جار

فقال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم: اللّٰہ یعلم انی لأ حبکن .

(ابن ماجہ، رقم ۱۸۹۹)

۱۔''ابن عائشہ سے روایت ہے: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو عورتوں اور بچوں نے یہ گیت گایا:

آج ہمارے گھر میں وداع کے ٹیلوں سے چاند طلوع ہوا ہے۔
ہم پر شکر اس وقت تک واجب ہے، جب تک اللہ کو پکارنے والے اسے پکاریں۔
اے نبی، آپ ہمارے پاس ایسا دین لائے ہیں جو لائق اطاعت ہے۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۲۔ ''انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (شہر میں داخل ہونے کے بعد جب) نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی ایک گلی سے گزرے تو کچھ باندیاں دف بجا کر یہ گیت گا رہی تھیں:

ہم بنی نجار کی باندیاں ہیں[۶]۔

خوشا نصیب کہ آج محمد ہمارے ہمسائے بنے ہیں۔

(یہ سن کر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ جانتا ہے کہ میں تم لوگوں سے محبت رکھتا ہوں[۷]۔''

یہ اس موقع کی روایات ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کے بعد مدینہ میں داخل ہوئے۔

ان سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے موقع پر جشن کا سا سماں تھا۔
- خوشی کے اظہار کے لیے گیت گائے گئے۔
- یہ گیت لونڈیوں نے گائے۔
- گانے کے ساتھ انھوں نے ایک آلۂ موسیقی دف بھی استعمال کیا۔
- نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام نے گیت سنے اور ناپسندیدگی کا تاثر نہیں دیا۔
- گانے والی باندیوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت و محبت کا اظہار فرمایا۔

۶۔ یہاں 'جوار' کا ترجمہ ''بچیاں'' کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ دوسرے طریق میں اس کے بجائے 'قینات' (مغنیات) آیا ہے:

عن انس بن مالك قال النبی علی حي من بنی النجار فاذا جواری یضربن بالدف ویقلن نحن قینات من بنی النجار فحبذا محمد من جار فقال النبی اللّٰه یعلم ان قلبی یحبکم . (المعجم الصغیر، رقم ۷۸)

''انس بن مالک سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی نجار کے ایک قبیلے کے پاس سے گزرے تو آپ نے دیکھا کہ کچھ لونڈیاں دف بجا رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں کہ ہم بنی نجار کی گانے والیاں ہیں۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آج محمد ہمارے ہمسائے بنے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ جانتا ہے کہ میرے دل میں تمھارے لیے محبت ہے۔''

۷۔ محدثین نے اس روایت کو 'صحیح' قرار دیا ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

یہ اور اس موضوع کی دوسری روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں داخل ہوئے تو اہل مدینہ نے آپ کا فقید المثال استقبال کیا۔ مدینے میں جشن برپا تھا۔ ہر چھوٹا بڑا آپ کی آمد کی خوشی میں مسرور تھا۔ اس موقع پر عام عورتوں اور بچوں اور مغنیات نے دف بجا کر استقبالیہ نغمے بھی گائے، جنھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا۔ چنانچہ ان کی بنا پر یہ بات پورے اطمینان سے کہی جا سکتی ہے کہ جشن یا خوشی کی تقریب کے موقع پر گیت گائے جا سکتے ہیں اور آلات موسیقی کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔

سفر میں موسیقی

عن سلمة بن الاکوع رضی اللّٰہ عنہ قال خرجنا مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم الی خیبر فسرنا لیلا فقال رجل من القوم لعامر یا عامر الا تسمعنا من ھنیھاتك و کان عامر رجلا شاعرا حداء فنزل یحدو بالقوم یقول:

اللھم لولا انت ما اھتدینا
ولا تصدقنا ولا صلینا
فاغفر فداء لك ما ابقینا
وثبت الاقدام ان لاقینا
والقین سکینة علینا
انا اذا صیح بنا ابینا
وبالصیاح عولوا علینا

فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من ھذا السائق؟ قالوا: عامر بن الاکواع. قال: یرحمہ اللّٰہ. (بخاری، رقم ۳۹۶۰)

''سلمہ بن الاکواع سے روایت ہے کہ ہم رات کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ لوگوں میں سے ایک آدمی نے عامر سے کہا: تم ہمیں اپنے شعر کیوں نہیں سناتے؟ عامر جو حدی خوان شاعر تھے، (لوگوں کی فرمایش سن کر) سواری سے اترے اور یہ (اشعار) گانے لگے:

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اے پروردگار، اگر تیری ہدایت ہمیں میسر نہ ہوتی

تو ہم نماز اور زکوٰۃ ادا نہ کر پاتے۔

ہمارے گناہوں کو بخش دے، (جو ہم کر چکے ہیں اور) جو ہم سے سرزد ہوں گے، ہم تیری راہ میں قربان ہونے کے لیے تیار ہیں۔

جنگ میں ہمیں ثابت قدمی عطا فرما۔

اور ہم پر اپنی رحمت نازل فرما۔

جب دشمن ہمیں للکارتا ہے تو ہم (خوف زدہ ہونے سے) انکار کر دیتے ہیں۔

وہ پکار پکار کر ہم سے نجات چاہتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ گانے والا کون ہے؟ لوگوں نے کہا: عامر بن الاکواع۔ آپ نے فرمایا: اللہ اس پر رحم کرے[8]۔''

اس روایت سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

- صحابۂ کرام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کے مقصد سے دوران سفر میں تھے۔
- ایک صحابی کی فرمایش پر دوسرے صحابی نے حدی خوانی شروع کی یعنی اشعار گا کر پڑھنے لگے۔
- گانے والے کی آواز اس قدر بلند تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک بھی پہنچی۔
- آپ نے پسندیدگی کے ساتھ گانے والے کا نام معلوم کیا۔
- اس کے اچھے اشعار سن کر آپ نے اس کے لیے رحمت کی دعا فرمائی۔

''حدی خوانی'' صحرائی نغمے کی ایک صنف ہے۔ قدیم عرب میں ساربان صحراؤں میں سفر کرتے ہوئے حدی خوانی کرتے تھے۔ اس کا اصل مقصد تو اونٹوں کو مست کر کے انھیں تیز رفتاری کی طرف مائل کرنا ہوتا تھا، مگر شتر سوار بھی اس سے پوری طرح حظ اٹھایا کرتے تھے۔ اس کے بارے میں حدیث کی کتابوں میں متعدد روایتیں موجود ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام بھی صحرائی سفروں کے دوران میں حدی خوانی سے محظوظ ہوتے تھے۔

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نہایت خوش آواز حدی خوان انجشہ کو اپنے سفروں کے لیے مقرر کر رکھا تھا۔ ایک سفر کے دوران میں جب اس کے نغمات سے مسرور ہو

۸؎ محدثین نے اس روایت کو 'صحیح' قرار دیا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

کر اونٹ بہت تیز چلنے لگے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے محبت سے ڈانٹا کہ وہ اونٹوں پر سوار خواتین کا لحاظ کرے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اونٹوں کی تیز رفتاری کی وجہ سے گر جائیں۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

کان للنبی حاد یقال له انجشة و کان حسن الصوت فقال له النبی رویدك یا انجشة لا تکسر القواریر قال قتادة یعنی ضعفة النساء. (بخاری، رقم ۵۸۵۷)

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک حدی خوان مقرر تھا۔ اس کا نام انجشہ تھا۔ وہ نہایت خوش آواز تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک سفر کے دوران میں اسے) فرمایا: انجشہ آہستہ، کہیں نازک آبگینوں کو توڑ نہ ڈالنا۔ قتادہ کہتے ہیں: اس سے نازک عورتیں مراد ہیں۔''

یہاں یہ واضح رہے کہ محققین کے نزدیک حدی خوانی عرب کی اصناف موسیقی ہی میں شامل ہے۔ ڈاکٹر جواد علی نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام'' میں اس کا ذکر اسی پہلو سے کیا ہے:

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

والحداء، هو من اقدم انواع الغناء عند العرب، یغنی به فی الاسفار خاصة، و لا زال علی مکانته و مقامه فی البادیة حتی الیوم. و یتغنی به فی المناسبات المحزنة ایضاً لملاءمة نغمته مع الحزن. وقد کان للرسول حادی هو (البراء بن مالك بن النضر الانصاری) و کان حداءً للرجال. و کان له حداء آخر، یقال له (انجشة الحادی) و کان جمیل

''حدی خوانی عربوں کے گانے کی قدیم ترین قسموں میں سے ہے۔ یہ صنف بالعموم سفروں کے ساتھ مخصوص تھی۔ موجودہ زمانے میں بھی صحراؤں میں اس کی یہی حیثیت ہے۔ اس کے علاوہ چونکہ اس کے نغمے جذبات غم کے ساتھ کافی ہم آہنگ ہوتے ہیں، اس لیے غم کے مواقع پر بھی یہ صنف اختیار کی جاتی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدی خوان (البراء بن مالک بن نضر) مقرر کر رکھا تھا جو مردوں کے لیے حدی خوانی کرتا تھا۔ ایک اور نہایت خوش گلو حدی خوان (انجشہ) تھا۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ

الصوت اسود، و كان يحدو للنساء، نساء النبی، و كان غلاماً للرسول.(۱۱۶/۵)

وسلم کا ایک سیاہ فام غلام تھا اور آپ کی ازواج مطہرات کے لیے حدی خوانی کرتا تھا۔''

مزید لکھتے ہیں:

والحدا هو فی الواقع غناء اهل البادية، ... هذا النوع من الغناء مما يتناسب مع لحن البوادی و نغمها الحزينة البسيطة التی تطرب بها طبيعة البداوة نفس الاعراب. (۱۱۷/۵)

''حدی خوانی اصل میں اہل بادیہ کا گانا ہے... گانے کی یہ صنف خانہ بدوشوں کے لحن اوران کے جذبات غم کی تعبیر کرنے والے سادہ اور فطری نغموں سے مناسبت رکھتی ہے جن سے ان خانہ بدوشوں کی بدوی طبیعت مسرور ہوتی ہے۔''

ابن خلدون نے اپنی کتاب ''مقدمہ'' میں لکھا ہے کہ حدی خوانی کا مقصد محض قافلے کے شرکا کو محظوظ کرنا نہیں ہوتا، بلکہ اس کے ساتھ اونٹوں کو نغموں سے سرشار کرکے ان کی رفتار کو تیز کرنا بھی ہوتا ہے:

''(مسرور ہونے کی) یہ کیفیت انسان تو انسان بے زبان جانور میں بھی پائی جاتی ہے۔ چنانچہ اونٹ ساربانوں کی حدی خوانی سے اور گھوڑے سیٹی اور چیخ سے متاثر ہو جاتے ہیں جیسا کہ آپ کو معلوم ہی ہے کہ اگر نغمات متناسب اور فن موسیقی کے موافق ہوں تو ان سے جانور مست ہو جاتے ہیں۔''

(۸۰/۲)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

آلات موسیقی

عن الربيع بنت معوذ قالت دخل علي النبی صلی اللّٰہ علیه و سلم غداة بنی علي فجلس علی فراشی كمجلسك منی و جويريات يضربن بالدف و يندبن من قتل من ابائهن يوم بدر حتی قالت جارية و فينا نبی يعلم ما فی غد فقال النبی لا تقولی هكذا و قولی ما كنت تقولين.

(بخاری، رقم ۳۷۷۹)

”ربیع بنت معوذ بیان کرتی ہیں: جب میری رخصتی ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اور میرے بچھونے پر اسی طرح بیٹھے جس طرح تم میرے سامنے بیٹھے ہو۔ اس وقت ہماری (گانے والی) باندیاں دف پر بدر میں قتل ہونے والے اپنے آبا کا نوحہ (اشعار کی صورت میں) گا رہی تھیں۔ ان میں سے ایک باندی نے (گاتے ہوئے) کہا: اس وقت ہمارے درمیان وہ نبی موجود ہیں جنھیں آنے والے دنوں کی باتیں بھی معلوم ہیں۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ (مصرع) نہ کہو، وہی کہو جو پہلے کہہ رہی تھی[9]۔“

اس روایت سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

- نبی صلی اللہ علیہ وسلم شادی کی کسی تقریب میں گئے تو باندیاں گیت گا رہی تھیں۔
- آپ کی آمد کے باوجود گانے کا سلسلہ جاری رہا۔
- گانے والیاں گانے میں دف استعمال کر رہی تھیں۔
- نبی صلی اللہ علیہ وسلم توجہ سے گانا سن رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے انھیں بعض اشعار پڑھنے سے منع فرمایا۔
- چند اشعار سے منع کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گیت جاری رکھنے کا ارشاد فرمایا۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب میں کثرت سے استعمال ہونے والے آلۂ موسیقی دف پر کوئی پابندی عائد نہیں فرمائی تھی۔ درج بالا دیگر روایتیں بھی اگر پیش نظر رہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ خوشی کی تقریبات میں گیتوں کے ساتھ اس کا استعمال عام تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسے مختلف موقعوں پر بجایا گیا اور آپ نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔ بعض روایتیں اس کے جواز سے آگے بڑھ کر نکاح کے موقع پر اس کے لزوم کو بھی بیان کرتی ہیں:

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم: فصل بین الحلال و الحرام الدف و الصوت فی النکاح.	”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (نکاح کے) حلال اور حرام میں فرق یہ ہے کہ دف بجایا جائے اور بلند آواز سے اعلان کیا جائے[10]۔“

(ابن ماجہ، رقم ۱۸۹۶)

---

[9] محدثین نے اس روایت کو 'صحیح' قرار دیا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

دف کے آلۂ موسیقی ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ یہ ہاتھ سے بجانے والا ایک ساز ہے جو قدیم زمانے سے استعمال ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر جواد علی نے اس کے بارے میں لکھا ہے:

والدف من آلات الطرب القديمة المشهورة و يستعمل للتعبير عن العواطف فى الفرح والسرور... و تنقر به النساء

''دف موسیقی کے مشہور اور قدیم آلات میں سے ہے۔ یہ سرور اور خوشی کے جذبات کے اظہار کے لیے استعمال ہوتا ہے... عورتیں بھی اسے بجاتی ہیں۔ عربوں کے ہاں یہ بالکل عام

۱۰؎ شریعت کی رو سے خفیہ نکاح باطل قرار پاتا ہے۔ چنانچہ نکاح کا اعلان شرائط نکاح میں شامل ہے۔ اسی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے میں نکاح کے موقع پر دف بجانے کو ضروری قرار دیا۔ بیہقی سنن الکبریٰ کی ایک روایت میں یہی بات تفصیل سے بیان ہوئی ہے:

عن على ابن ابى طالب أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم مر هو و أصحابه ببني زريق فسمعوا غناء ولعبا فقال ما هذا قالوا نكاح فلان يا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم قال كمل دينه هذا النكاح لا السفاح ولا النكاح السر حتى يسمع دف أو يرى دخان قال حسين و حدثنى عمرو بن يحى المازني أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم كان يكره نكاح السر حتى يضرب بالدف. (بیہقی سنن الکبری، رقم ۱۴۴۷۷)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ہمراہ بنی زریق کے پاس سے گزرے۔ اس موقع پر آپ نے ان کے گانے بجانے کی آواز سنی۔ آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: یا رسول اللہ، فلاں شخص کا نکاح ہو رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: اس کا دین مکمل ہو گیا۔ نکاح کا صحیح طریقہ یہی ہے۔ نہ بدکاری جائز ہے اور نہ پوشیدہ نکاح۔ یہاں تک کہ دف کی آواز سنائی دے یا دھواں اٹھتا ہوا دکھائی دے۔ حسین نے کہا ہے اور مجھ سے عمرو بن یحییٰ المازنی نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پوشیدہ نکاح کو ناپسند کرتے تھے یہاں تک کہ اس میں دف بجایا جائے۔''

نکاح کے موقع پر موسیقی کے استعمال کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے اور تمدن کے لحاظ سے ضروری قرار دیا۔ موجودہ زمانے میں عرف اور حالات کے مطابق کوئی دوسرا طریقہ بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ایضاً . وقد كان شائعاً عند العرب، ینقرون به فی افراحھم . ولما وصل الرسول الی یثرب، استقبل بفرح عظیم و بالغناء و بنقر الدفوف . واكثر ما استعمله العرب فی المناسبات المفرحة، كالنكاح، ورافقوا الضرب به اصوات الغناء. (تاریخ العرب ۵/۱۰۸)

تھا۔ وہ اسے خوشی کے موقعوں پر بجاتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ پہنچے تو آپ کا نہایت خوشی کے ساتھ گیت گا کر اور دف بجا کر استقبال کیا گیا۔ اہل عرب بالعموم اس کا استعمال نکاح جیسے خوشی کے مواقع پر کرتے تھے اور اس کو بجا کر اس کے ساتھ گیت گاتے تھے۔''

بائیبل میں بھی متعدد مقامات پر اس کا ذکر آلۂ موسیقی کے طور پر ہوا ہے۔ اردو زبان میں بائیبل کی قاموس میں ''موسیقی کے ساز'' کے زیر عنوان بیان ہوا ہے:

''یہ (دف) غالباً خنجری قسم کا ساز تھا جو ہاتھ میں پکڑ کر بجایا جاتا تھا۔ یہ گانے اور ناچنے میں تال دینے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ جشن کی محفلوں اور جلوسوں میں یہ رونق پیدا کرتا تھا۔''

(قاموس الکتاب، ۹۷۸)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

فن موسیقی

عن السائب بن یزید ان امراة جاء ت الی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقال: یا عائشة تعرفین ھذه؟ قالت: لا یا نبی اللّٰه. قال: ھذه قینة بنی فلان تحبین ان تغنیك؟ فغنتھا. (سنن البیہقی الکبریٰ، رقم ۸۹۶۰)

''سائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے (سیدہ عائشہ سے) فرمایا: عائشہ کیا تم اس عورت کو جانتی ہو؟ سیدہ نے کہا: جی نہیں، اے اللہ کے نبی۔ آپ نے فرمایا: یہ فلاں قبیلے کی گانے والی ہے۔ کیا تم اس کا گانا پسند کرو گی؟ چنانچہ اس نے سیدہ کو گانا سنایا۔''[11]

---

[11] محدثین نے اس روایت کو 'صحیح' قرار دیا ہے۔

اس روایت کے بنیادی نکات یہ ہیں:

o فن موسیقی سے وابستہ ایک عورت[۱۲] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔

o اس نے آپ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ سیدہ عائشہ کو گانا سنانا چاہتی ہے۔

o نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نہ کراہت کا اظہار فرمایا اور نہ اسے سرزنش فرمائی۔

o اس کے برعکس آپ نے سیدہ سے اسے متعارف کرایا۔

o نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے اس مغنیہ نے سیدہ کو گانا سنایا۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فن موسیقی کو اصلاً باطل نہیں سمجھتے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو آپ اس پیشہ ور مغنیہ کو ٹوک دیتے یا کم سے کم سیدہ کو اس کا گانا ہرگز نہ سننے دیتے۔ بعض دوسری روایتوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ماہر فن مغنی اور مغنیات اور رقاص اور رقاصائیں عرب میں موجود تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے فن سے لطف اندوز ہونے کو معیوب نہیں سمجھتے تھے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ترمذی اور بیہقی کی حسب ذیل روایتوں سے یہی تاثر ملتا ہے:

عن عائشة قالت: كان رسول الله جالسا فسمعنا لغطا و صوت صبيان فقام رسول الله صلى الله عليه و سلم فاذا حبشية تزفن و الصبيان حولها فقال يا عائشة تعالي فانظري فجئت فوضعت لحيي على منكب رسول الله صلى الله عليه و سلم فجعلت انظر اليها ما بين المنكب الى رأسه فقال لي اما شبعت اما شبعت ؟ قالت فجعلت اقول لا	''سیدہ عائشہ بیان کرتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ہمارے درمیان) تشریف فرما تھے۔ یک بہ یک ہم نے بچوں کا شور سنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے۔ پھر (ہم نے دیکھا کہ) ایک حبشی عورت ناچ رہی تھی۔ بچے اس کے اردگرد موجود تھے۔ آپ نے فرمایا: عائشہ، آ کر دیکھو۔ (سیدہ کہتی ہیں کہ) میں آئی اور اپنی ٹھوڑی حضور کے شانے پر رکھ کر آپ کے کندھے اور سر کے مابین خلا میں سے اسے دیکھنے لگی۔ حضور نے کئی بار پوچھا: کیا ابھی جی نہیں بھرا؟ میں یہ دیکھنے کے لیے کہ آپ کو

۱۲ یہاں 'قينة' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جس کے معنی ماہر فن اور پیشہ ور مغنیہ کے ہیں۔

لأنظر منزلتي عنده اذ طلع عمر قال فارفض الناس عنها قالت فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم انى لأنظر الى شياطين الانس والجن قد فروا من عمر. (ترمذی، رقم ۳۶۹۱)

میری خاطر کس قدر مقصود ہے، ہر بار کہتی رہی کہ ابھی نہیں۔ اسی اثنا میں عمر رضی اللہ عنہ آ گئے۔ (انھیں دیکھتے ہی) لوگ منتشر ہو گئے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ عمر کے آنے سے شیاطین جن و انس بھاگ کھڑے ہوئے ہیں[۱۳]۔''

حدثنا عبداللّٰه بن بريدة عن ابيه ان النبى صلى اللّٰه عليه وسلم قدم من بعض مغازيه فأتته جارية سوداء فقالت يا رسول اللّٰه انى كنت نذرت ان ردك اللّٰه سالما ان اضرب بين يديك بالدف فقال ان كنت نذرت فاضربى قال فجعلت تضرب فدخل ابوبكر رضى اللّٰه عنه وهى تضرب ثم دخل عمر رضى اللّٰه عنه فالقت الدف تحتها وقعدت

''عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوے سے لوٹے تو ایک سیاہ فام لونڈی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ، میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ آپ کو سلامتی کے ساتھ واپس لایا تو میں آپ کے سامنے دف بجاؤں گی۔ آپ نے فرمایا: اگر تم نے نذر مانی ہے تو بجا لو۔ اس نے دف بجانا شروع کیا۔ (اسی دوران میں) ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور وہ دف بجاتی رہی۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے۔ (انھیں دیکھ کر) اس نے

۱۳؎ بعض لوگ اس روایت کو غنا کی شناعت میں استدلال کے لیے پیش کرتے ہیں۔ اس ضمن میں ان کی بنائے استدلال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جملہ ہے: ''عمر کے آنے سے شیاطین جن و انس بھاگ کھڑے ہوئے ہیں۔'' اس جملے کی بنا پر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیقی کو شیطان سے منسوب کر کے اس کی شناعت کا اظہار فرمایا ہے۔ ہمارے نزدیک سیاق کلام سے واضح ہے کہ یہ محض تفنن طبع کا جملہ ہے جو آپ نے سیدنا عمر کی طبیعت کی سختی کو بیان کرنے کے لیے ارشاد فرمایا ہوگا۔ اگر اس کے لفظی معنوں ہی کو حقیقی سمجھا جائے تو پھر سوال یہ ہے کہ سیدہ عائشہ، سیدنا ابوبکر اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گانا سننے کے عمل کو کیا معنی پہنائے جائیں گے؟

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

علیہ فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم:ان الشیطان یخاف منك یا عمر.

دف کو اپنے نیچے چھپا لیا۔(یہ دیکھ کر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: عمر تم سے تو شیطان بھی ڈرتا ہے۔''

(بیہقی سنن الکبریٰ، رقم ۱۹۸۸۸)

ترمذی اور بیہقی کی ان روایتوں میں نوعیت واقعہ سے واضح ہے کہ 'حبشیہ' (حبشی عورت) اور 'جاریۃ سوداء' (سیاہ فام لونڈی) سے مراد 'قینۃ' (مغنیہ لونڈی) ہی ہے۔ظاہر ہے کہ گھریلو عورت کے لیے یہ ممکن نہیں ہوتا کہ اس طریقے سے لوگوں کے سامنے فن کا مظاہرہ کرے۔

درج بالا المعجم الکبیر کی روایت میں 'قینۃ' سے مراد ماہر فن مغنیہ ہے۔ یہ لفظ عربی زبان میں مغنیہ ہی کے لیے خاص ہے۔لسان العرب میں ہے: 'و القینۃ: الامۃ المغنیۃ'، ''قینہ یعنی مغنیہ لونڈی[۱۴]''۔

حبشہ کے غلام اور لونڈیاں رقص وموسیقی کے فنون میں مہارت رکھتے تھے۔روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حبشی مردوں اور عورتوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اپنے فن کا مظاہرہ کیا اور آپ نے اس پر نکیر نہیں فرمائی۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

رقص

عن انس قال کانت الحبشۃ یزفنون بین یدی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ

---

۱۴ اس لفظ کا یہ مصداق اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد ہر لحاظ سے سے معلوم ومعروف رہا ہے۔امرؤ القیس کے اشعار ہیں:

فان امس مکروب فیا رب قینۃ   منعمۃ اعملتھا بکران

لھا مزھر یعلوا الخمیس بصوتہ   جش اذا ما حرکتہ الیدان

''اگرچہ کل غمگین تھی تو کیا ہوا کتنی ہی نرم ونازک گانے والی لونڈیاں ہیں جن کو میں نے گانا گانے پر مامور کیا۔ان کے پاس ایسا ساز ہے جس کی آواز پورے لشکر پر چھا جاتی ہے اور جب ہاتھ اس کو حرکت دیتے ہیں تو اس سے ایک بھاری اور بھدی آواز نکلتی ہے۔''

وسلم ويرقصون و يقولون: "محمد عبد صالح" فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: مايقولون؟ قالوا يقولون: "محمد عبد صالح".

(احمد بن حنبل، رقم ۱۲۵۶۲)

''انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حبشہ کے لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ناچ رہے تھے اور یہ گا رہے تھے: محمد صالح انسان ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ کہہ رہے ہیں: محمد صالح انسان ہیں۔''

اس روایت سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

- حبشہ کے رقاص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ناچ رہے تھے۔
- ناچنے کے ساتھ وہ آپ کی مدح سرائی بھی کر رہے تھے۔
- آپ نے انھیں ناچنے اور گانے سے منع نہیں فرمایا۔
- اس بات سے آپ کی دل چسپی کا اظہار ہوتا ہے کہ آپ نے گانے کے الفاظ کے بارے میں دریافت کیا۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

روایات میں مذکور ہے کہ حبشہ کے ماہر فن رقاص اہل عرب کے سامنے اپنے فن کا مظاہرہ کرتے تھے۔ عرب کے شرفا کے نزدیک ان کے رقص سے محظوظ ہونا معیوب بات نہیں تھی۔ چنانچہ وہ انھیں اپنی مختلف تقریبات میں مدعو کرتے تھے۔ ''المفصل فی تاریخ العرب'' میں ڈاکٹر جواد علی لکھتے ہیں:

وقد عرف الحبش بحبهم للرقص . وكان اهل مكة و غيرهم من اهل الحجاز اذا ارادوا الاحتفال بعرس او ختان او اية مناسبة مفرحة اخرى احضروا الحبش للرقص والغناء على طريقتهم الخاصة. (۱۲۲/۵)

''حبشہ کے لوگوں کی رقص سے محبت مشہور تھی۔ اہل مکہ اور ان کے علاوہ اہل حجاز جب شادی، ختنہ یا کوئی اور خوشی کی محفل منعقد کرتے تو حبشہ کے لوگوں کو ان کے مخصوص ناچ گانے کے لیے بلاتے تھے۔''

روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں حبشہ کے ان

فن کاروں کا رقص دیکھا:

عن عائشة قالت جاء حبش یزفنون فی یوم عید فی المسجد فدعانی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فوضعت راسی علی منکبه فجعلت انظر الی لعبهم حتی کنت انا التی انصرف عن النظر الیهم. (مسلم، رقم ۸۹۲)

''عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک مرتبہ عید کے روز حبشی مسجد میں رقص کا مظاہرہ کرنے لگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا۔ میں نے آپ کے شانے پر سر رکھا اور ان کا کرتب دیکھنے لگی۔ (کافی وقت گزرنے کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے منع نہیں فرمایا) یہاں تک کہ میں خود ہی انھیں (مسلسل) دیکھ کر تھک گئی۔''

خوش الحانی کی تحسین

عن ابی موسیٰ رضی اللّٰہ عنه عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال له یا ابا موسیٰ لقد اوتیت مزمارا من مزامیر آل داؤد. (بخاری، رقم ۴۷۶۱)

''ابوموسیٰ اشعری سے روایت کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (میری تلاوت سن کر) فرمایا: اے ابوموسیٰ، تجھے تو قوم داؤد کے سازوں میں سے ایک ساز دیا گیا ہے[15]۔''

اس روایت سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت میں غنا کو پسند فرمایا۔
- آپ نے خوش الحانی سے تلاوت قرآن کو ساز سے تعبیر کیا۔
- آپ نے مثبت انداز سے قوم داؤد کے سازوں کا ذکر فرمایا۔

اس روایت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوش الحانی کو پسند فرماتے تھے۔ روایت کے الفاظ سے واضح ہے کہ آپ کے تحسین فرمانے کا سبب خوش الحانی ہے۔ یہ چیز ظاہر ہے کہ تلاوت کے علاوہ بھی کہیں موجود ہوگی تو لائق تحسین ٹھہرے گی۔ یعنی اللہ کی حمد وثنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

[15] محدثین نے اس روایت کو 'صحیح' قرار دیا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

مدحت یا دیگر اچھے مضامین کے اشعار کو اگر خوش الحانی سے پڑھا جائے تو ان سے محظوظ ہونا پسندیدہ ہی قرار پائے گا۔ غنا اور موسیقی کا فن اسی خوش الحانی پر مبنی ہے۔ تاہم اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ تلاوت قرآن کے لیے لحن کے جو قواعد مرتب کیے گئے ہیں، وہ فن موسیقی کے قواعد سے مختلف ہیں، لیکن یہ حقیقت بھی مسلم ہے کہ آواز کا زیر و بم اور لہجے کی شیرینی و لطافت جیسے غنا کے بنیادی لوازم دونوں فنون میں یکساں طور پر مطلوب ہیں۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ دونوں فنون ایک نوعیت کا اشتراک بہرحال رکھتے ہیں۔

مزید براں اس روایت میں 'مزامیر آل داؤد' کے الفاظ مثبت انداز سے آئے ہیں۔ ان کے استعمال سے آپ نے گویا سیدنا داؤد علیہ السلام اور ان کی قوم کے بارے میں بائیبل کی ان روایات کی تصدیق فرما دی ہے جن کے مطابق وہ اللہ کی حمد و ثنا کے لیے آلات موسیقی استعمال کیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض جلیل القدر مفسرین نے قرآن کے ان مقامات کی تفسیر میں جہاں سیدنا داؤد علیہ السلام کی حمد و ثنا کا ذکر ہوا ہے، اسی روایت کو نقل کیا ہے۔ ابن کثیر سورۂ انبیا کی آیت ۷۹ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وذلك لطيب صوته بتلاوة كتابه الزبور وكان إذا ترنم به تقف الطير في الهواء فتجاوبه وترد عليه الجبال تأويبا ولهذا لما مر النبي صلى الله عليه وسلم على أبي موسى الأشعري وهو يتلو القرآن من الليل وكان له صوت طيب جدا فوقف واستمع لقراءته وقال: لقد أوتي هذا مزمارا من مزامير آل داود قال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم لو علمت	''اور یہ ان کی اچھی آواز کے ساتھ زبور کی تلاوت کرنے کی وجہ سے تھا۔ جب وہ اسے ترنم سے پڑھتے تو پرندے ہوا میں رک جاتے اور اس کا جواب دیتے اور پہاڑ اس تسبیح کا جواب دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوموسیٰ اشعری کے پاس سے گزرے، جبکہ وہ تہجد کے وقت قرآن کی تلاوت کر رہے تھے تو آپ رک گئے اور ان کی قرأت سنی، کیونکہ ان کی آواز بے حد خوب صورت تھی۔ آپ نے فرمایا: بے شک، اسے آل داؤد کے مزامیر میں سے ایک مزمار عطا کیا گیا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

أنك تسمع لحبرتك تحبيرا، وقال أبو عثمان النهدی ما سمعت صوت صنج ولا بربط ولا مزمار مثل صوت أبی موسیٰ رضی اللّٰه عنه. (۱۸۷/۳)

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے (یہ سن کر) کہا: اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ سن رہے ہیں تو میں آپ کو اور خوش کرتا۔ ابوعثمان نہدی نے بیان کیا ہے: میں نے کسی ڈھول، بانسری اور بربط کی ایسی آواز نہیں سنی جیسی حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی ہے۔''

اس روایت کی بنا پر یہ بات بھی بجا طور پر کہی جا سکتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سیدنا داؤد علیہ السلام کی خوش الحانی مسلم تھی۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

موسیقی کی شناعت کے بعض پہلو

انسان کی اخروی فوز وفلاح کا انحصار اس کے تزکیۂ نفس پر ہے۔ دین چاہتا ہے کہ انسان اپنے نفس کو فکر و عمل کی مختلف آلایشوں سے پاک رکھے اور اس جنت کا مستحق قرار پائے جو پاکیزہ نفوس کے لیے خاص ہے۔ فطرت کے حقائق، سنت ابراہیمی کی روایت، انبیا کی تعلیمات اور صحف سماوی کی صورت میں دین کے تمام ذرائع انسان کو ان اعمال کی ترغیب دیتے ہیں جو نفس انسانی کے لیے پاکیزگی کا سامان کریں اور ان سے روکتے ہیں جو اسے آلودہ کرنے کا باعث ہوں۔ شریعت کے اوامر ونواہی بھی درحقیقت انسان کے انفرادی اور اجتماعی وجود کو اسی سواء السبیل پر گام زن کرتے ہیں جو تزکیۂ نفس کی منزل مقصود تک لے جاتی ہے۔ انسانی نفس کو آلودہ کرنے والے اعمال کو قرآن 'فحشاء'، 'منکر' اور 'بغی' سے تعبیر کرتا ہے اور انھیں ہر لحاظ سے ممنوع قرار دیتا ہے۔ ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ. (النحل ۱۶: ۹۰)

''بے شک اللہ حکم دیتا ہے عدل کا، احسان کا اور ذوی القربیٰ کو دیتے رہنے کا اور روکتا ہے بے حیائی، برائی اور سرکشی سے، وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاددہانی حاصل کرو۔''[16]

---

[16] یہ قرآن کے اوامر ونواہی کی اساسات ہیں۔ ان کی تفصیل سورۂ بنی اسرائیل (۱۷) کی آیات ۲۲ تا ۳۹ میں بیان ہوئی ہے۔ ان آیات میں شرک، قتل، تکبر، خیانت اور بے حیائی سے منع کیا گیا ہے۔ کم وبیش یہی باتیں ہیں جو

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

انسانی نفس کو آلودہ کرنے والے یہ منکرات و فواحش اگر کسی مباح عمل سے منسلک ہو جائیں تو بعض اوقات اسے بھی دائرۂ شناعت میں داخل کر دیتے ہیں۔ چنانچہ شاعری اور موسیقی جیسی مباح چیزوں کے ساتھ شرک، زنا اور شراب جیسے ممنوعات شریعت وابستہ ہو کر انھیں شنیع بنا سکتے ہیں۔ اس اعتبار سے اگر موسیقی کا جائزہ لیا جائے اور اس ضمن میں دین کے مصادر سے رجوع کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ قرآن مجید اس معاملے میں بالکل خاموش ہے، البتہ بائیبل کے بعض مندرجات اور بعض احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر کوئی غیر اخلاقی قباحت موسیقی کی کسی نوع کے ساتھ وابستہ ہو جائے تو موسیقی کی وہ نوعیت شنیع قرار پا سکتی ہے۔ بائیبل اور احادیث کے حوالے سے اس کا مختصر جائزہ حسب ذیل ہے۔

بائیبل اور موسیقی کی شناعت

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

بائیبل میں بعض مقامات پر موسیقی کا ذکر شراب نوشی اور فحاشی کے مظاہر کے ساتھ آیا ہے۔ ان مقامات سے اس کی شناعت کا مفہوم اخذ کیا جا سکتا ہے، مگر سیاق و سباق اور اسلوب بیان سے واضح ہے کہ ان جگہوں پر موسیقی کی نہیں، بلکہ رذائل اخلاق کی شناعت بیان ہوئی ہے۔ ان کی بنا پر یہ بات بجا طور پر کہی جا سکتی ہے کہ موسیقی کی جو صورتیں اخلاقی قباحتوں کے ساتھ ملحق ہوں، وہ بہر حال شنیع قرار دی جا سکتی ہیں۔ شناعت کے پہلو سے چند مثالیں یہ ہیں۔

یسیعاہ کی رویا میں شب و روز شراب کے نشے میں غرق رہنے والوں پر افسوس کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس موقع پر ان کے حوالے سے آلات موسیقی کا ذکر بھی آیا ہے:

> ”ان پر افسوس جو صبح سویرے اٹھتے ہیں تا کہ نشہ بازی کے درپے ہوں اور جو رات کو جاگتے ہیں جب تک شراب ان کو بھڑکا نہ دے۔ اور ان کے جشن کی محفلوں میں بربط اور ستار اور دف اور بین اور شراب ہیں، لیکن وہ خداوند کے کام کو نہیں سوچتے اور اس کے ہاتھوں کی کاری گری پر غور نہیں کرتے۔“ (یسعیاہ ۵:۱۲)

یسیعاہ ہی کی رویا میں صور نامی ایک شہر کی مماثلت فاحشہ کے گیت سے بیان کی گئی ہے۔ اس سے

احکام عشرہ کے طور پر تورات میں بیان ہوئی ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ موسیقی کی بعض صورتیں فحاشی کے ساتھ بھی وابستہ تھیں:

''اور اس وقت یوں ہوگا کہ صور کسی بادشاہ کے ایام کے مطابق ستر برس تک فراموش ہو جائے گا اور ستر برس کے بعد صور کی حالت فاحشہ کے گیت کے مطابق ہوگی۔ اے فاحشہ تو جو فراموش ہوگئی ہے بربط اٹھا لے اور شہر میں پھرا کر۔ راگ کو چھیڑ اور بہت سی غزلیں گا کہ لوگ تجھے یاد کریں۔'' (یسعیاہ ۲۳: ۱۵۔۱۶)

احادیث اور موسیقی کی شناعت

ذخیرۂ حدیث میں بھی موسیقی کی شناعت کے حوالے سے بعض روایتیں موجود ہیں۔ ان سے یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیقی کی بعض اقسام کو ان کے غیر اخلاقی عوارض کی وجہ سے شنیع ٹھہرایا۔ تاریخ عرب اور احادیث میں ان علائق کا استقصا کیا جائے تو بالعموم یہی تین چیزیں سامنے آتی ہیں:

۱۔ شرک

۲۔ شراب نوشی

۳۔ فحاشی

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

شرک کے حوالے سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ عرب جاہلیت اپنی عبادت کی مشرکانہ رسوم میں موسیقی استعمال کرتے تھے۔ ڈاکٹر جواد علی لکھتے ہیں:

وقد کان الجاهليون مثل غيرهم من الساميين يستخدمون الغناء في عباداتهم، وربما استخدموا معه بعض آلات الطرب وذلك تعبير عن بهجتم و سرورهم بتعبدهم للآلهة وتقرباً اليها بهذا الغناء الذي يدخل السرور الى	''اور دور جاہلیت میں عرب دوسری سامی اقوام کی طرح اپنی عبادات میں گانے کو استعمال کرتے تھے۔ اس طریقے سے ایک تو وہ اپنے معبودوں کی عبادت پر خوشی اور سرور کا اظہار کرتے تھے اور دوسرے ان گیتوں کے ذریعے سے جو ان کے معبودوں کے لیے باعث مسرت ہوتے تھے، ان کا قرب حاصل کرنے کی کوشش

نفوسها . وقد ذكر المفسرون ان اهل الجاهلية كانوا يطوفون بالبيت يصفرون و يصفقون. و اذا صح قولهم هذا، فانه يعني استعمال نوع من الطرب في حجهم و طوافهم بالبيت.

(تاریخ العرب ۵/۱۱۱)

کرتے تھے۔مفسرین کا کہنا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ بیت اللہ کا طواف سیٹیاں اور تالیاں بجا کر کرتے تھے۔ان کی یہ بات اگر صحیح ہے تو اس کا مطلب ہے کہ ان کے حج کرنے اور بیت اللہ کا طواف کرنے میں گانے کی کوئی قسم اختیار کی جاتی تھی۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم شرک کو بیخ و بن سے اکھاڑ دینا چاہتے تھے،اس لیے آپ نے ان تمام چیزوں کو کلی یا جزوی طور پر ممنوع فرمایا جو شرک یا اس کے مظاہر سے منسلک تھیں۔اس ضمن میں سب سے نمایاں چیز تصاویر و تماثیل تھیں،اس لیے آپ نے ان کی حرمت کا حکم صادر فرمایا۔اسی طرح آپ نے موسیقی کی بھی ان اقسام کو منع فرمایا ہو گا جو مشرکانہ مراسم سے منسلک تھیں۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیقی کی ان اقسام کو ممنوع فرمایا جو شراب نوشی کی مجالس کے ساتھ خاص تھیں۔عربی شاعری،تاریخی کتب اور روایتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عربوں کے ہاں شراب اور موسیقی کی بعض اقسام لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتی تھیں۔

بخاری کی ایک روایت میں بیان ہوا ہے کہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کسی مجلس میں شراب سے مخمور ہو کر مغنیہ لونڈی کا نغمہ سن رہے تھے۔[۱۷] نشے کی حالت میں ان پر نغمے کا اس قدر اثر ہوا کہ انھوں نے مغنیہ کے الفاظ کی پیروی میں سیدنا علی کی اونٹنیوں کو ذبح کر ڈالا:

عن الزهري اخبرنا علي بن حسين ان حسين بن علي عليهم السلام اخبره ان عليا قال كانت لي شارف من نصيبي من المغنم يوم بدر و كان النبي اعطاني مما

''زہری علی بن حسین سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بتایا: بدر کے مال غنیمت میں سے ایک اونٹنی میرے حصے میں آئی۔اس کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس میں سے بھی ایک

۱۷؎ ظاہر ہے کہ اس وقت شراب کو قانونی طور پر ممنوع قرار نہیں دیا گیا تھا۔

افاء اللّٰه عليه من الخمس يومئذ فلما اردت ان ابتني بفاطمة عليها السلام بنت النبی واعدت رجلا صواغا فی بنی قينقاع ان يرتحل معی فنأتی بإذخر فاردت ان ابيعه من الصواغين فنستعين به فی وليمة عرسی فبينا انا اجمع لشارفی من الاقتاب والغرائر والحبال وشارفای مناخان الی جنب حجرة رجل من الانصار حتی جمعت ما جمعت فاذا أنا بشارفی قد اجبت أسنمتها و بقرت خواصرهما واخذ من اكبادهما فلم املك عينی حين رايت المنظرقلت من فعل هذا قالوا فعله حمزة بن عبد المطلب وهو فی البيت فی شرب من الانصار عنده قينة واصحابه فقالت فی غنائها: "الا يا حمزه للشرف النواء!" فوثب حمزه الی السيف فاجب اسنمتهما وبقر خواصرهما واخذمن اكبادهما.

اونٹنی مجھے عنایت فرمائی۔ جب نبی کریم کی صاحب زادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے میری شادی قرار پائی تو میں نے قینقاع قبیلے کے ایک یہودی سنار سے طے کیا کہ وہ میرے ساتھ چلے اور ہم اونٹنیوں پر اذخر[۱۸] لادلائیں۔ یہ گھاس سناروں کو بیچ کر میں اپنا ولیمہ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اسی خیال سے اپنی اونٹنیوں کے لیے پالان اور رسیاں فراہم کیں۔ اونٹنیاں ایک انصاری کے گھر کے پاس بیٹھی تھیں۔ جب سامان اکٹھا کر کے میں اونٹنیوں کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ کسی نے ان کے کوہان کاٹ لیے ہیں اور پیٹ چیر کر جگر نکال لیے ہیں۔ یہ سماں دیکھ کر میں بے اختیار رو دیا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا: یہ کس کا کام ہے؟ انھوں نے کہا: حمزہ بن عبدالمطلب کا۔ وہ اس گھر میں کئی انصاریوں کے ساتھ شراب پی رہے ہیں۔ ایک مغنیہ بھی وہاں موجود ہے اور ان کے دوست بھی ہیں۔ ہوا یہ کہ مغنیہ نے یہ شعر گایا: ''حمزہ، اٹھو اور ان فربہ اونٹنیوں کو ذبح کر ڈالو!'' یہ سنتے ہی حمزہ تلوار لے کر لپکے اور ان اونٹنیوں کے کوہان کاٹ لیے اور پیٹ پھاڑ کر ان کے جگر نکال لیے[۱۹]۔''

۱۸؎ یہ گھاس کی ایک خاص قسم ہے جو اس زمانے میں سناروں کے کام آتی تھی۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

(بخاری، رقم ۳۷۸۱)

جہاں تک بدکاری اور اس کے لوازم کا تعلق ہے تو روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں موسیقی کی بعض صورتیں فحاشی کے ساتھ وابستہ تھیں۔ قینات ایسی لونڈیاں تھیں جنھوں نے موسیقی کو بطور پیشہ اختیار کر رکھا تھا۔ لونڈیوں کی اخلاقیات عام طور پر چونکہ پست ہوتی تھی، اس لیے وہ قحبہ گری میں بھی ملوث ہو جاتی تھیں۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی نے ''تفہیم القرآن'' میں ان لونڈیوں کی قحبہ گری کے بارے میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''کھلی قحبہ گری، تمام تر لونڈیوں کے ذریعے سے ہوتی تھی۔ اس کے دو طریقے تھے۔ ایک یہ کہ لوگ اپنی جوان لونڈیوں پر ایک بھاری رقم عائد کر دیتے تھے کہ ہر مہینے اتنا کما کر ہمیں دیا کرو، اور وہ بے چاریاں بدکاری کرا کر یہ مطالبہ پورا کرتی تھیں۔ اس کے سوا نہ کسی دوسرے ذریعے سے وہ اتنا کما سکتی تھیں، نہ مالک ہی یہ سمجھتے تھے کہ وہ کسی پاکیزہ کسب کے ذریعے سے یہ رقم لایا کرتی ہیں، اور نہ جوان لونڈیوں پر عام مزدوری کی شرح سے کئی کئی گنی رقم عائد کرنے کی کوئی دوسری معقول وجہ ہی ہو سکتی تھی۔ دوسرا طریقہ

۱۹؎ روایت کا باقی حصہ یہ ہے:

''سیدنا علی کہتے ہیں: میں وہاں سے چلا آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ کے پاس زید بن حارثہ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور نے میرا چہرہ دیکھ کر پہچان لیا کہ میں سخت رنجیدہ ہوں۔ آپ نے پوچھا: خیریت تو ہے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ آج کی سی مصیبت میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ حمزہ نے میری اونٹنیوں پر ستم کیا اور ان کے کوہان کاٹ ڈالے، کوکھیں پھاڑ ڈالیں اور اس وقت ایک گھر میں بیٹھے شرابیوں کے ساتھ شراب پی رہے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر منگوائی اور اسے اوڑھ کر پیدل چلے۔ میں اور زید بن حارثہ، دونوں آپ کے پیچھے چلے۔ آپ اس گھر پر پہنچے جس میں حمزہ تھے۔ آپ نے اندر آنے کی اجازت مانگی، اجازت دی گئی۔ آپ نے حمزہ کو ملامت کی کہ یہ تم نے کیا کیا۔ دیکھا تو حمزہ نشے میں تھے۔ ان کی آنکھیں سرخ تھیں۔ سیدنا حمزہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر ڈالی۔ پھر اوپر سے نیچے تک آپ کو دیکھا۔ پھر انھوں نے کہا: تم لوگ میرے باپ کے غلام معلوم ہوتے ہو۔ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اندازہ ہو گیا کہ حمزہ بہت نشے میں ہیں۔ چنانچہ آپ مڑے اور گھر سے باہر نکلے آئے۔ ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ نکل آئے۔''

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

یہ تھا کہ لوگ اپنی جوان جوان اور خوب صورت لونڈیوں کو کوٹھوں پر بٹھا دیتے تھے اور ان کے دروازوں پر جھنڈے لگا دیتے تھے جنھیں دیکھ کر دور ہی سے معلوم ہو جاتا تھا کہ ''حاجت مند'' آدمی کہاں اپنی حاجت رفع کر سکتا ہے۔ یہ عورتیں ''قلیقیات'' کہلاتی تھیں اور ان کے گھر ''مواخیر'' کے نام سے مشہور تھے۔ بڑے بڑے معزز رئیسوں نے اس طرح کے چکلے کھول رکھے تھے۔ خود عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین وہی صاحب جنھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے اہل مدینہ اپنا بادشاہ بنانا طے کر چکے تھے اور وہی صاحب جو حضرت عائشہ پر تہمت لگانے میں سب سے پیش پیش تھے) مدینے میں ان کا ایک باقاعدہ چکلہ موجود تھا جس میں چھ خوب صورت لونڈیاں رکھی گئی تھیں۔ ان کے ذریعے سے وہ صرف دولت ہی نہیں کماتے تھے، بلکہ عرب کے مختلف حصوں سے آنے والے معزز مہمانوں کی تواضع بھی انھی سے فرمایا کرتے تھے اور ان کی ناجائز اولاد سے اپنے خدم وحشم کی فوج بھی بڑھاتے تھے۔'' (۴۰۳/۳)

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قدیم عرب میں موسیقی کی بعض صورتیں شراب کی مجالس اور فواحش کے ساتھ خاص ہو چکی تھیں اور ''قینات''، یعنی پیشہ ور مغنیات کی شہرت بھی انھی پہلووں سے تھی۔ قدیم عربی شاعری کے معروف مجموعے ''المعلقات السبع'' کے دوسرے معلقے میں طرفہ کے بعض اشعار اسی صورت حال کی عکاسی کرتے ہیں:

نداما بیض کالنجوم و قینة   تروح الینا بین برد و مجسد

''میرے دوست شریف النسب اور اپنی قوم کے سردار ہیں، اور ایک مغنیہ لونڈی ہے جو ہماری مجلس میں عمدہ اور رنگین کپڑوں میں آتی ہے۔''

رحیب قطاب الجیب منها رقیقة   بجس الندامی بضة المتجرد

''اس کی قمیص کا گلا کھلا ہے (جو ہاتھ ڈالے، اسے روکتی نہیں)، ٹٹولنے والوں کے لیے نرمی سے پیش آتی ہے، اس کا چمڑا نرم ہے۔''

اذا نحن قلنا اسمعینا انبرت لنا   علی رسلها مطروقة لم تشدد

''جب ہم نے اسے کہا کہ گانا سناؤ تو وہ ہمیں تاکتی ہوئی سامنے آئی، آہستگی سے اور جلدی نہ کی (جیسے کہ آقا کا حکم مانتے ہوئے غلام کرتے ہیں)۔''

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اذا رجعت فی صوتها خلت صوتها تجاوب اطآر علی ربع رد

''وہ جب اپنی آواز دہراتی ہے تو ایسا خیال ہوتا ہے کہ ہرنیاں مرے ہوئے بچے پر روکر ایک دوسری کا جواب دے رہی ہیں۔''

وما زال تشرابی الخمور و لذتی و بیعی و انفاقی طریفی و متلدی

''میں ہمیشہ شراب پیتا رہا، اس سے لطف اٹھاتا رہا اور اس کی خرید کرتا رہا، اور اپنا پرانا اور نیا مال اس راہ میں صرف کرتا رہا۔''

اسی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خرید و فروخت اور تجارت سے منع فرمایا:

عن ابی امامة عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم قال لا تبیعوا القینات و لا تشتروھن و لاتعلموھن و لا خیر فی تجارة فیھن و ثمنھن حرام.

''ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مغنیات کی خرید و فروخت نہ کرو اور نہ انھیں (موسیقی کی) تربیت دو۔ ان کی تجارت میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ ان کی قیمت لینا حرام ہے۔''

(ترمذی، رقم ۱۲۸۲)

اس تفصیل سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام کی رو سے موسیقی کی وہ اصناف شنیع قرار پائیں گی جن سے منکرات و فواحش وابستہ ہو جائیں یا جو انسان کے اندر ہیجان پیدا کرنے اور سفلی اور شہوانی جذبات کو انگیخت کرنے کا باعث بنیں۔ عامۃ الناس کو بہر حال ان سے اجتناب کی تلقین کی جائے گی۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

موسیقی کی حرمت کے استدلال کا جائزہ

گزشتہ مباحث سے یہ بات پوری طرح واضح ہوگئی ہے کہ اسلام کی رو سے موسیقی اصلاً حرام نہیں ہے۔ یہ فن آلات کے ساتھ یا ان کے بغیر، دونوں حالتوں میں مباح ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے میں بدکاری اور شراب نوشی کے مفاسد کی وجہ سے اس کی بعض صورتوں کو شنیع قرار دیا تھا۔ آپ کے اس عمل سے یہ روشنی ملتی ہے کہ یہ اور اس نوع کے دوسرے غیر اخلاقی عوارض اگر مباحات کے ساتھ وابستہ ہو جائیں تو سد ذریعہ کے اصول کے تحت ان سے پرہیز کی تلقین کی جا سکتی ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

ان واضح نصوص کے باوجود ہمارے بعض جلیل القدر علما اور فقہا موسیقی کی حرمت کے قائل ہیں۔ فقہ کے چاروں مکاتب کا بالعموم اس بات پر اتفاق ہے کہ موسیقی اور آلات موسیقی مطلق طور پر حرام ہیں۔

احناف موسیقی اور آلات موسیقی اور پیشۂ موسیقی کو معصیت سے تعبیر کرتے، اس کی تعلیم و تربیت کو ناجائز قرار دیتے اور مغنی یا مغنیہ کی شہادت کو نا قابل قبول قرار دیتے ہیں:

ان الملاهي كلها حرام حتى التغني بضرب القضيب و كذا قول أبي حنيفة رحمه الله ابتليت لأن الابتلاء بالمحرم يكون. (الہدایۃ ۷/۱۷۸)

”گانے بجانے کے تمام ساز و سامان حرام ہیں، یہاں تک کہ چھڑی سے بجانا اور اس کے ساتھ گانا بھی حرام ہے۔ یہی قول امام ابوحنیفہ کا ہے۔ انھوں نے کہا: ”(ایک مجلس میں) میں گانا سننے کی مصیبت میں مبتلا ہو گیا تھا۔“ ابتلا

ظاہر ہے کہ حرام بات ہی پر ہوتی ہے۔''

شـــيء مـــن الـغـنـــاء والـنـوح والـمـزاميـر والـطبـل وشيء من الـلهـو لأنـه معصية والاستئجار على المعاصي باطل. (المبسوط ۱۶/۳۸)

''موسیقی، نوحہ گری، مزامیر، طبل اور گانے بجانے کا دوسرا ساز و سامان گناہ ہے، اور گناہ کی چیزوں کو اجرت پر لینا باطل بات ہے۔''

ولا يجوز الاستئجارة على الغناء والـنوح وكذا سائر الملاهى لانه استئجار على المعصية والمعصية لاتستحق بالعقد. (الہدایہ ۶/۲۹۷)

''موسیقی اور نوحہ گری کی اجرت جائز نہیں ہے اور اسی طرح آلات موسیقی کی بھی۔ اس لیے کہ یہ گناہ کی اجرت ہے اور گناہ کی اجرت باہم طے کر لینے کے باوجود جائز نہیں ہوتی۔''

ولاتـجـوزالاجـــارـة عـلى تعليم الغناء والنوح لأن ذلك معصية. (المبسوط ۱۶/۴۱)

''موسیقی اور نوحہ گری کی تعلیم کی اجرت جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ گناہ ہے۔''

لا تقبل شهادة مخنث ولا نائحة ولا مـغنية لأنهما يرتكبان محرما فـانـه عـليه الصلاة والسلام نهى عـن الـصوتين الأحمقين النائحة والمغنية. (الہدایہ ۵/۴۳۹، ۴۴۰)

''مخنث کی گواہی قبول نہ کی جائے اور نوحہ گر اور مغنیہ کی گواہی بھی قبول نہ کی جائے، کیونکہ یہ حرام فعل کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو احمقانہ آوازوں سے منع فرمایا ہے ایک نوحہ گر کی آواز اور دوسری مغنیہ کی۔''

ولا شهادة صـاحب الغناء الذى يخادن عليه ويجمعهم. (المبسوط ۱۶/۱۳۲)

''اس مغنی کی گواہی قبول نہیں ہو گی جس کی لوگ مصاحبت اختیار کرتے ہیں اور وہ مجمع لگاتا ہے۔''[۲۰]

---

۲۰ بعض علماے احناف موسیقی کو مجرد طور پر حرام قرار نہیں دیتے، بلکہ اسی موسیقی کو حرام قرار دیتے ہیں جس کے

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

امام شافعی موسیقی کے پیشے کو باطل قرار دیتے ہیں۔ اسی بنا پر وہ پیشہ ور مغنی کی شہادت کو نا قابل قبول اور ایسے شخص کو فاسق اور دیوث قرار دیتے ہیں جو اپنی لونڈی کا گانا دوسرے لوگوں کو سنوائے:

قال الشافعی رحمه اللّٰه فی الرجل یغني فیتخذ الغناء صناعة یؤتی علیه ویأتي له ویکون منسوبا الیه مشهورا به معروفا والمرأة لاتجوز شهادة واحد منهما وذلك أنه من اللهو المکروه الذی یشبه الباطل. (الام ٦/٢٠٩)

''امام شافعی فرماتے ہیں کہ وہ مرد وعورت جو موسیقی کے پیشے سے وابستہ ہیں اور اسے صنعت بنا لیتے ہیں اور لوگ ان کے پاس آتے ہیں اور یہ بھی پیشہ ور مغنی یا مغنیہ کی حیثیت سے لوگوں کی محفلوں میں جاتے ہیں، اسی فن سے منسوب ہیں اور اسی کے حوالے سے مشہور و معروف ہیں، ان کی گواہی قابل قبول نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایسے مکروہ لہو ولعب اور کھیل تماشے میں مشغول ہیں جو صاف اور صریح باطل سے مشابہ ہے۔''

اشعار غیر اخلاقی مضامین پر مبنی ہوں۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

''ایسے اشعار گانا حرام ہے، جن کا مضمون حرام باتوں پر مشتمل ہو۔ مثلاً ایسے شعر جن میں کسی زندہ اور معروف آدمی یا عورت کے حسن و جمال کی تعریف کی گئی ہو، یا شراب کی خوبیاں بیان کر کے شراب نوشی پر ابھارا گیا ہو، یا جن میں گھر اور چار دیواری کا تجسس پیدا کیا گیا ہو، یا کسی ذمی یا مسلمان کی ہجو کی گئی ہو۔ البتہ وہ اشعار جو ان برائیوں سے پاک ہوں اور جن میں باد و بہار، برگ و گل اور آب رواں کے حسن و جمال کو بیان کیا گیا ہو، مباح ہیں۔ محض شعر ہونے کی وجہ سے وہ حرام نہیں ہیں۔ البتہ یہ اشعار بھی آلات موسیقی کے ساتھ گائے جائیں تو ممنوع ہیں۔'' (فتح القدیر ٦/٣٦)

علامہ ابن عابدین اسی مضمون کو ان الفاظ میں ادا کرتے ہیں:

''آلۂ لہو فی نفسہٖ حرام نہیں ہے، بلکہ ارادۂ لہو کی وجہ سے ہے۔ خواہ یہ ارادہ سننے والے کا ہو یا گانا گانے والے کا۔ گویا یہ ایک اضافی چیز ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ یہی ساز ایک موقعے پر حرام ہوتا ہے اور

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

قال الشافعي رحمه الله تعالى فى الرجل يتخذ الغلام و الجارية المغنين و كان يجمع عليهما ويغشى لذلك فهذا سفه ترد به شهادته وهو في الجارة أكثر من قبل أن فيه سفها و دياثة ... قال وهكذا الرجل يغشى بيوت الغناء ويغشاه المغنون ان كان لذلك مدمنا و كان لذلك مستعلنا عليه مشهودا عليه فهي بمنزلة سفه ترد بها شهادته و ان كان ذلك يقل منه لم ترد به شهادته.

(الام ۶/۲۰۹)

امام شافعی بیان کرتے ہیں اگر کسی کے پاس مغنی غلام اور لونڈی ہوں اور اس کے ہاں اس مقصد کے لیے لوگوں کا مجمع لگتا ہو تو یہ ایک ایسی بداخلاقی ہے جس کی وجہ سے ایسے شخص کی گواہی قبول نہیں ہو گی۔ اس عمل کی شناعت اس صورت میں بڑھ جاتی ہے جب کہ گانے والی لونڈی ہو، کیونکہ اس میں بداخلاقی کے ساتھ بے غیرتی بھی پائی جاتی ہے ... اسی طرح وہ شخص جو ان گانوں باجوں کی محفلوں میں اکثر آتا جاتا ہے اور اس قبیل کے لوگ اس کے پاس جمع ہوتے ہیں تو اگر وہ علانیہ ایسا کرتا ہے تو اس کی شہادت بھی رد ہو گی اور اگر وہ یہ عمل کبھی کبھار کرے تو اس کی شہادت رد نہیں ہو گی[۲۱]۔''

امام مالک موسیقی اور اس نوعیت کی ہر چیز کو مکروہ سمجھتے تھے، یہاں تک کہ ان کے نزدیک لحن کے ساتھ

دوسرے موقع پر حلال۔ یہ فرق محض نیت کی وجہ سے ہوتا ہے یا ان باتوں کی وجہ سے جو اس کے مقصد سے متعلق ہوں۔'' (ردالمحتار ۵/۲۲۱)

علامہ علاؤ الدین کاسانی تنہائی میں گانے کو ناجائز نہیں سمجھتے، مگر اس کے مظاہرے کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

''جس مغنی کے گرد لوگ گانے سے محظوظ ہونے کے لیے جمع ہو جاتے ہیں۔ وہ عادل نہیں ہے خواہ شراب نہ پیتا ہو، کیوں کہ وہ بدکاروں کا سرغنہ ہے۔ البتہ اگر وہی تنہائی میں وحشت دور کرنے کے لیے گا لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ سماع سے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے۔ البتہ فاسقانہ انداز میں اس سے حظ اٹھانے کو حلال نہیں کہا جا سکتا۔'' (بدائع الصنائع ۶/۲۶۹)

اسی طرح وہ تمام آلات موسیقی کو حرام قرار نہیں دیتے، بلکہ بانس اور دف کا استثنا بیان کرتے ہیں:

''اگر کوئی شخص کسی آلۂ موسیقی میں مشغول ہو تو یہ دیکھا جائے گا کہ وہ آلہ فی نفسہ شنیع ہے یا نہیں۔ اگر فی نفسہ شنیع نہ ہو، جیسے کہ بانس اور دف تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وہ شخص عادل ہی

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

قرآن مجید کی قرأت بھی کراہت کے زمرے میں آتی ہے۔ ان کے حوالے سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ آلات موسیقی کو عام مواقع کے علاوہ شادی بیاہ کے موقع پر بھی مکروہ سمجھتے تھے۔ اس کے علاوہ امام مالک اس مغنی یا مغنیہ کو شہادت کے لیے نااہل گردانتے ہیں جو اپنے شعر و نغمہ کے ذریعے سے دوسرے لوگوں کے لیے اذیت کا باعث ہو:

قلت أكان مالك يكره الغناء قال كره مالك قراءة القرآن بالألحان فكيف لا يكره الغناء وكره مالك أن يبيع الرجل الجارية ويشترط أنه مغنية فهذا مما يدلك على أنه كان يكره الغناء قلت فما قول مالك ان باعوا هذه الجارية وشرطوا أنها مغنية ووقع البيع على هذا قال لا أحفظ من مالك فيه شيئا الا انه كرهه.

(المدونۃ الکبری ۱۱/۴۲۱)

''میں نے کہا: کیا امام مالک گانے کو مکروہ سمجھتے تھے تو (ابن قاسم) کہنے لگے کہ امام مالک تو قرآن مجید لحن کے ساتھ پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے، گانے کو وہ کیوں کر مکروہ نہ سمجھیں گے۔ امام مالک کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہے کہ کوئی شخص کنیز خریدے اور اس میں یہ شرط لگائے کہ یہ کنیز مغنیہ بھی ہو۔ چنانچہ یہ بات اس کی دلیل ہے کہ امام مالک گانے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ میں نے کہا کہ اگر اس شرط کے ساتھ لونڈی کو بیچا جائے اور سودا طے پا جائے تو اس صورت میں امام مالک کی کیا رائے ہے؟ انھوں نے کہا کہ مجھے اس بارے میں امام مالک کی رائے معلوم نہیں ہے، لیکن اتنی بات واضح ہے کہ وہ اسے ناپسند کرتے تھے۔''

رہے گا اور اگر وہ آلہ شنیع ہو جیسے عود وغیرہ تو اس شخص کی عدالت ختم ہو جائے گی۔ اس لیے کہ یہ عود (وغیرہ) کسی حالت میں بھی جائز نہیں ہیں۔'' (بدائع الصنائع ۶/۲۶۹)

۲۱؎ امام غزالی شافعی فقہ کے ممتاز عالم ہیں۔ انھوں نے اپنی کتاب ''احیاء علوم الدین'' میں موسیقی کو مباح قرار دیا ہے، البتہ بعض عوارض کی بنا پر اس کی حرمت کو بیان کیا ہے۔ غنا کی اباحت کے حوالے سے تفصیلی بحث کے بعد ان عوارض کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اگر آپ پوچھیں کہ سماع و غنا کبھی حرام بھی ہوتے ہیں؟ تو میں کہوں گا کہ ہاں پانچ عوارض کی بنا پر یہ

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

كـــان مـــالك يـكـره الـدفــاف والمعازف كلها في العرس.

(المدونۃ الکبری ۴۲۱/۱۱)

''امام مالک دف اور سازوں کے استعمال کو شادی بیاہ میں مکروہ سمجھتے تھے۔''

قـال سـالـت مـالـكا عن الشاعر اتـقبـل شـهـادتــه؟ فقال أن كان مـمـن يـؤذى الـنـاس بـلسـانـه ويهـجـوهـم اذا لـم يـعـطـوه ويمدحهم اذا اعطوه فلا أرى أن تقبل شهادته قال مالك وان كان مـمـن لا يـهـجو الناس وهو ممن اذا اعطى شئياأخذه وليس يؤذي بـلسـانـه أحـدا وان لم يعط لم يهـجهـم فـأرى أن تقبل شهادته اذا كـان عدلا . وامـا الـنـائحة والـمـغـنية والمغنى فما سمعت

''وہ (ابن قاسم) بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے پوچھا کہ کیا شاعر کی شہادت قبول ہوگی؟ انھوں نے فرمایا: جو شاعر ہجو بیان کر کے اپنی زبان سے ان لوگوں کو تکلیف پہنچاتا ہے جو اسے کچھ نہیں دیتے اور ان کی مدح سرائی کرتا ہے جو اسے کچھ دے دیتے ہیں، میری رائے میں اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ اور امام مالک کا کہنا ہے کہ وہ جسے لوگ کچھ دیں یا نہ دیں، نہ لوگوں کی ہجو کرتا ہے اور نہ زبان سے انھیں تکلیف پہنچاتا ہے، اس کی گواہی قبول کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ جہاں تک نوحہ گر، مغنیہ اور مغنی کا تعلق ہے تو

حرام ہو جاتے ہیں:

اول یہ کہ مغنی یا مغنیہ میں کوئی عارض ہو، یعنی انھیں دیکھنے یا ان کی آواز سننے سے کسی فتنے میں پڑنے کا اندیشہ ہو۔

دوم یہ کہ آلۂ غنا میں کوئی عارض ہو، یعنی ایسے آلات ہوں جو مے خواروں یا مخنثوں کے شعار ہوں۔

سوم یہ کہ کلام میں کوئی عارض ہو، یعنی ایسی شاعری ہو جو فحش مضامین کی حامل ہو یا کسی کی ہجو کی گئی ہو یا جس میں اللہ تعالیٰ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ پر جھوٹ باندھا گیا ہو۔

چہارم یہ کہ سننے والے میں کوئی عارض ہو، یعنی وہ عنفوان شباب میں ہو اور ضبط نفس سے محروم ہو۔

پنجم یہ کہ کوئی عام آدمی اس کو شب و روز کی عادت بنا لے۔'' (۲۸۱/۲)

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

فيـه شيـاء الا أني أرى ان لا تقبل شهـــادتهــم اذا كـــانــوا معروفين بذلك. (المدونۃ الکبریٰ ۱۳/۱۵۳)

اس بارے میں میں نے (امام مالک سے) کچھ نہیں سنا۔ لیکن میرا خیال یہ ہے کہ اگر وہ اپنے فنون میں معروف ہوں تو ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔''

امام احمد بن حنبل موسیقی اور آلات موسیقی کو اصلاً حرام سمجھتے ہیں اور ان کے معاوضے یا کاروبار کو حرام قرار دیتے ہیں:

واكـره الـطبـل وهو المنكر وهو الكوبة التي نهى عنها النبي صلى اللّٰه عليه وسلم. (المغنی ۶/۵۳۸)

''امام احمد بن حنبل نے طبل بجانے کو ناپسند کیا ہے، یہ منکر ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوبہ یعنی طبل سے منع فرمایا ہے۔''

فـصـل فـي الـمـلاهي وهي على ثـلاثة اضـرب محرم وهو ضرب الأوتـار والنايات والمزامير كلها والـعـود والـطـنبـور والـمـعـزفة والــربـــاب ونـحـوهـا فمن أدم استـمـاعهـا ردت شهـادتـه لأنـه يروي عن علي رضي اللّٰه عنه عن الـنبـي صـلـى اللّٰه عليه وسلم أنه قـال اذا ظهـرت في امتي خمس عشـرة خـصـلة حـل بهم البلاء فـذكـر فيهــا اظهـــار المعـازف والملاهي وقال سعيد ثنا فرج بن فـضـالة عـن عـلـي بن يزيد عن الـقــاسـم عـن أبي أمامة قال قال رسـول الـلّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم

''فصل آلات موسیقی کے بارے میں: ان کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی وہ جن کا بجانا حرام ہے۔ ان میں ستار، بانسری، شہنائی، سارنگی، ڈھول، رباب اور اس طرح کے دوسرے آلات شامل ہیں۔ پس جو کوئی انھیں مسلسل سنے گا، اس کی گواہی رد کر دی جائے۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میری امت میں پندرہ خصلتیں پیدا ہو جائیں گی تو ان پر بلاؤں کا نزول ہوگا۔ اسی ضمن میں آلات موسیقی کے ظہور کا ذکر فرمایا اور ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ نے مجھے دونوں جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور مجھے گانے بجانے کے آلات اور بانسریوں کو ختم کرنے کا حکم دیا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

ان اللّٰه بعثني رحمة للعالمين وامرني بمحق المعازف والمزامير لا يحل بيعهن ولا شراؤهن ولا تعليمهن ولا التجارة فيهن وثمنهن حرام يعني الضاربات. وروى نافع قال سمع ابن عمر مزمارا قال فوضع اصبعيه في اليسرى ونأى عن الطريق وقال لي يا نافع هل تسمع شيئا قال فقلت لا فرفع أصبعيه من اليسرى وقال كنت مع النبي فسمع مثل هذا فصنع مثل هذا. (المغنی ۹/۱۷۳)

مغنیات کی نہ خرید وفروخت اورتجارت حلال ہےاور نہ ان کواس فن کی تعلیم دینا۔ان کی قیمت بھی حرام ہے۔ نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بانسری کی آواز سنی تو اپنے کانوں میں انگلیاں رکھ لیں اور راستے سے (جہاں سے آواز آ رہی تھی) ایک طرف ہٹ گئے۔ پھر مجھ سے پوچھا: نافع تم کچھ سن رہے ہو۔میں نے کہانہیں توانھوں نے انگلیاں اپنے کانوں سے ہٹائیں اور بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا کہ آپ نے اس جیسی آواز سن کر ایسے ہی کیا تھا۔‘‘

ومالا يجوز أخذ الأجرة عليه في الاجارة مثل الغناء والزمر وسائر المحرمات. (المغنی ۵/۲۶ ۷)

’’اور یہ جائز نہیں ہے کہ گانا، بانسری یا دیگر حرام چیزوں کو اجرت یا کرائے پر لیا جائے۔‘‘

حرمت موسیقی کے حوالے سے یہ فقہ کے مکاتب اربعہ کی آرا کا خلاصہ ہے۔ان فقہا اور دیگر علما نے قرآن وحدیث کو بنیاد بنا کر یہ آرا قائم کی ہیں۔ ذیل میں ہم قرآن وحدیث کے ان نصوص کو زیر بحث لائیں گے جنھیں موسیقی کی حرمت کے لیے بنائے استدلال بنایا گیا ہے۔

حرمت موسیقی کے لیے قرآن سے استدلال

موسیقی کی حرمت پر جن آیات قرآنی سے استدلال کیا جاتا ہے، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

'لهو الحدیث' کا مفہوم

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡتَرِیۡ لَهۡوَ الۡحَدِیۡثِ لِیُضِلَّ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ وَّ یَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِیۡنٌ. وَاِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡهِ اٰیٰتُنَا وَلّٰی مُسۡتَكۡبِرًا كَاَنۡ لَّمۡ یَسۡمَعۡهَا كَاَنَّ فِیۡۤ اُذُنَیۡهِ وَقۡرًا فَبَشِّرۡهُ بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ . اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمۡ جَنّٰتُ النَّعِیۡمِ . خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا وَعۡدَ اللّٰهِ حَقًّا وَهُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ . (لقمان ۳۱: ۶-۹)

''اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو 'لهو الحدیث' خرید کر لاتے ہیں تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستہ سے علم کے بغیر بھٹکا دیں اور ان آیات کا مذاق اڑائیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ اور جب ان کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو اس طرح متکبرانہ اعراض کرتے ہیں گویا ان کو سنا ہی نہیں۔ گویا ان کے کانوں میں بہرا پن ہے تو ان کو ایک دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دو۔ البتہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، ان کے لیے نعمت کے باغ ہوں گے جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ کا وعدہ پورا ہو کے رہے گا اور وہ غالب و حکیم ہے۔''

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

یہ آیات حرمت موسیقی کے لیے دلیل کے طور پر پیش کی جاتی ہے۔ اس ضمن میں ان کے الفاظ 'لهو الحدیث' کو بنائے استدلال بنایا جاتا ہے۔ یہ ترکیب 'لهو' اور 'حدیث' کے الفاظ سے مرکب ہے۔ 'لهو' کے معنی کھیل تماشے اور غافل کر دینے والی چیز کے ہیں۔

''لسان العرب'' میں ہے:

لهو: ما لهوت به ولعبت به وشغلك من هوى وطرب نحوهما. (۲۵۸/۱۵)	''لہو سے مراد وہ چیز ہے جس کے ساتھ تم کھیلتے ہو یا ایسی خواہش یا خوشی یا کوئی بھی ایسی چیز جو تمھیں مشغول کر دے یا ان دونوں جیسی کوئی چیز۔''

صاحب مفردات علامہ راغب اصفہانی بیان کرتے ہیں:

اللهو ما یشغل الإنسان عما یعنیه ویهمه. (المفردات فی غریب القرآن ۴۵۵)	''لہو وہ چیز ہے جو انسان کو اس سے غافل کر دے جس کا وہ ارادہ رکھتا ہو۔''

حدیث کے معنی نئی چیز یا خبر کے ہیں۔

''لسان العرب'' میں نقل ہوا ہے:

الحدیث: الجدید من الأشیاء . والحدیث : الخبر. (۱۳۳/۴)

''حدیث کا لفظ 'نئی چیز' کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے اور 'خبر' کے معنی میں بھی۔''

''اقرب الموارد'' میں ہے:

الحدیث : الجدید والخبر . (۱۷۰/۱)

''حدیث کا مطلب 'نئی چیز' بھی ہے اور خبر بھی۔''

اہل لغت کی ان آرا کی روشنی میں 'لھو الحدیث' کے لغوی معنی حسب ذیل ہو سکتے ہیں:

۱۔ کھیل تماشے کی خبر

۲۔ غافل کر دینے والی بات

۳۔ باطل چیز

ان الفاظ کے مفہوم و مصداق کے بارے میں مفسرین کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔ غنا، مزامیر، شرک، باطل گفتگو اور اللہ کی راہ سے روکنے والی بات جیسے مختلف معنی روایتوں اور تفسیر کی بعض کتابوں میں نقل ہوئے ہیں۔

تفسیری اقوال کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ عبد اللہ ابن مسعود اور عبد اللہ ابن عباس کے نزدیک ان الفاظ سے مراد غنا ہے[۲۲]۔ ان کے علاوہ جابر، عکرمہ، سعید بن جبیر، مجاہد، مکحول، عمرو بن شعیب اور علی بن بذیمہ ان الفاظ کا مصداق 'غنا' ہی بیان کرتے ہیں[۲۳]۔ حسن بصری کے قول کے مطابق ان سے مراد مزامیر (ساز) ہیں[۲۴]۔ ضحاک اس کی تعبیر شرک کے مفہوم سے کرتے ہیں[۲۵] اور قتادہ نے اس کے معنی باطل بات کے لیے ہیں[۲۶]۔

۲۲؎ تفسیر طبری ۷۲/۲۱۔

۲۳؎ ابن کثیر ۴۴۲/۳۔

۲۴؎ ابن کثیر ۴۴۲/۳۔

۲۵؎ تفسیر طبری ۷۴/۲۱۔

ابن جریر طبری نے کم وبیش یہ تمام اقوال اپنی کتاب میں نقل کرنے کے بعد جب اپنی رائے کا اظہار کیا ہے تو اس موقع پر غنا کے بجائے اللہ کی راہ سے غافل کرنے والی بات کا مفہوم بیان کیا ہے:

و الصواب من القول فی ذلك ان یقال : عنی به کل ما کان من الحدیث ملهیا عن سبیل اللّٰه ، مما نهی اللّٰه عن استماعه او رسوله، لان اللّٰه تعالٰی عم بقوله (لهو الحدیث) ولم یخصص بعضاً دون بعض، فذلك علی عمومه، حتی یاتی ما یدل علی خصوصه، والغناء والشرك من ذلك. (التفسیر الطبری ۲۱/۴۷)

''اور اس کے بارے میں صحیح بات یہ ہے کہ: اس سے مراد ہر وہ بات ہے جو اللہ کے راستے سے غافل کر دے اور جس کے سننے سے اللہ اور اس کے رسول نے منع فرمایا ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کچھ مخصوص چیزوں کا ذکر کرنے کے بجائے مطلقاً 'لہو الحدیث' کا لفظ بولا ہے۔ چنانچہ یہ ایک عام حکم ہے، الا یہ کہ کوئی دوسری دلیل کسی چیز کو اس سے مستثنیٰ قرار دے۔ گانا بجانا اور شرک بھی اس کے مفہوم میں داخل ہیں۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

کم وبیش یہی رائے زمخشری اور رازی نے اختیار کی ہے:

اللهو کل باطل ألهی عن الخیر وعما یعني و(لهو الحدیث) نحو السمر بالأساطیر والأحادیث التي لا أصل لها، والتحدث بالخرافات والمضاحیك وفضول الکلام، وما لا ینبغي من کان وکان، ونحو الغناء وتعلم الموسیقار، وما أشبه ذلك. (الکشاف ۳/۴۹۶۔۴۹۸)

''ہر وہ باطل چیز 'لھو' ہے جو انسان کو خیر کے کاموں اور بامقصد باتوں سے غافل کر دے۔ جیسے داستان گوئی، غیر حقیقی قصے، خرافات ہنسی مذاق، فضول باتیں، ادھر ادھر کی ہانکنا اور جیسے گانا، موسیقار کا موسیقی سیکھنا اور اس طرح کی دوسری چیزیں۔''

أن ترك الحکمة والاشتغال

''اس سے مراد اچھی بات کو چھوڑ کر کسی بری

۲۶؎ ابن کثیر ۳/۴۴۲۔

بحدیث آخر قبیح. بات میں مشغول ہو جانا ہے۔''

(التفسیر الکبیر ۲۵/ ۱۴۰)

زیادہ تر اردو مفسرین نے بھی ان الفاظ کا مفہوم غنا کے پہلو سے بیان نہیں کیا۔ مفتی محمد شفیع نے ''معارف القرآن'' میں ان کے معنی ''کھیل کی باتیں'' درج کیے ہیں[۲۷]۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے ''ترجمان القرآن'' میں ان کا ترجمہ ''غافل کرنے والا کلام'' کیا ہے[۲۸]، مولانا شبیر احمد عثمانی نے اس سے مراد کھیل کی باتیں لیا ہے[۲۹]۔ اسی طرح صاحب ''تفہیم القرآن'' مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے بھی اسی عمومی مفہوم کو اختیار کرتے ہوئے اس کا ترجمہ ''کلام دل فریب'' کیا ہے[۳۰]۔ ان علما میں سے کسی نے بھی اپنی تفسیر میں ان الفاظ کا مصداق طے کرتے ہوئے غنا کی تخصیص نہیں کی۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان الفاظ کی بنا پر قرآن مجید کے حوالے سے حرمت غنا کی تعیین ہرگز درست نہیں ہے۔ قرآن مجید کا اپنا عرف بھی اس تعیین سے ابا کرتا ہے۔ 'لھو' کا لفظ سورۂ لقمان کے علاوہ دوسرے کئی مقامات پر نقل ہوا ہے۔ ان کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی ایک جگہ پر بھی سیاق کلام غنا کی تخصیص کو قبول نہیں کرتا۔

بعض مقامات پر 'لھو' کا لفظ اخروی زندگی کے مقابلے میں دنیوی زندگی کی کم مائیگی کو بیان کرنے کے لیے آیا ہے۔ سورۂ عنکبوت میں ہے:

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ. (۲۹:۶۴)

''یہ دنیا کی زندگی تو بس لہو و لعب ہے۔ اور دار آخرت ہی ہے جو اصل زندگی کی جگہ ہے، اگر وہ اس کو جانتے۔''

یہی بات سورۂ انعام میں قدرے تفصیل سے بیان ہوئی ہے:

وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا

''کہتے ہیں کہ زندگی تو بس یہی دنیا کی زندگی

۲۷۔ ۵/ ۴۲۱۔

۲۸۔ ۳/ ۱۷۴۔

۲۹۔ تفسیر عثمانی، تفسیر سورۂ لقمان فائدہ: ۳۔

۳۰۔ ۴/ ۸۔

وَمَا نَحۡنُ بِمَبۡعُوۡثِيۡنَ وَلَوۡ تَرٰۤى اِذۡ وُقِفُوۡا عَلٰى رَبِّهِمۡ. قَالَ اَلَيۡسَ هٰذَا بِالۡحَقِّ قَالُوۡا بَلٰى وَ رَبِّنَا قَالَ فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡفُرُوۡنَ . قَدۡ خَسِرَ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِلِقَآءِ اللّٰهِ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتۡهُمُ السَّاعَةُ بَغۡتَةً قَالُوۡا يٰحَسۡرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطۡنَا فِيۡهَا وَهُمۡ يَحۡمِلُوۡنَ اَوۡزَارَهُمۡ عَلٰى ظُهُوۡرِهِمۡ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوۡنَ وَمَا الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَاۤ اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَهۡوٌ وَلَلدَّارُ الۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لِّلَّذِيۡنَ يَتَّقُوۡنَ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ.
(۶:۲۹۔۳۲)

ہے، اور مرنے کے بعد ہم اٹھائے نہیں جانے کے۔ اور اگر تم دیکھ پاتے اس وقت کو جب یہ اپنے رب کے حضور کھڑے کیے جائیں گے، وہ ان سے پوچھے گا، کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے؟ وہ جواب دیں گے، ہاں، ہمارے رب کی قسم، یہ امر واقعہ ہے! فرمائے گا: پس چکھو عذاب اپنے کفر کی پاداش میں۔ گھاٹے میں رہے وہ لوگ جنھوں نے اللہ سے ملاقات کو جھٹلایا۔ یہاں تک کہ جب وہ گھڑی آ پہنچے گی، وہ کہیں گے کہ ہائے افسوس ہماری اس کوتاہی پر جو اس باب میں ہم سے ہوئی! اور وہ اپنے بوجھ اپنی پیٹھوں پر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ جان رکھو کہ نہایت ہی برا ہوگا۔ وہ بوجھ یہ اٹھائیں گے اور یہ دنیا کی زندگی تو بس کھیل تماشا ہے۔ البتہ دار آخرت ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو تقویٰ رکھتے ہیں۔ تو کیا تم سمجھتے نہیں؟''

بعض مقامات پر یہ لفظ ناعاقبت اندیش لوگوں کے دین کو کھیل تماشا بنانے کے مفہوم میں آیا ہے:

وَذَرِ الَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا دِيۡنَهُمۡ لَعِبًا وَّ لَهۡوًا وَّغَرَّتۡهُمُ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا.
(الانعام ۶:۷۰)

''ان لوگوں کو چھوڑو جنھوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے اور جن کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔''

وَنَادٰۤى اَصۡحٰبُ النَّارِ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّةِ اَنۡ اَفِيۡضُوۡا عَلَيۡنَا مِنَ الۡمَآءِ اَوۡ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰهَ

''اور دوزخ والے جنت والوں کو آواز دیں گے کہ پانی یا ان چیزوں میں سے، جو اللہ نے تمھیں بخش رکھی ہیں، کچھ ہم پر بھی کرم فرماؤ۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ. الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ.

(الاعراف ۷: ۵۰-۵۱)

وہ جواب دیں گے کہ اللہ نے یہ دونوں چیزیں کافروں کے لیے حرام کر رکھی ہیں۔ ان کے لیے جنھوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنایا اور جن کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈالے رکھا، پس آج ہم ان کو نظر انداز کریں گے جس طرح انھوں نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلائے رکھا اور جیسا کہ وہ ہماری آیات کا انکار کرتے رہے۔''

سورۂ جمعہ میں یہ لفظ اپنے لغوی مفہوم میں استعمال ہوا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْۤا اِلَيْهَا وَ تَرَكُوْكَ قَآئِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَ مِنَ التِّجَارَةِ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ.

(۶۲: ۹-۱۱)

''ایمان والو، جب جمعہ کے دن کی نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف مستعدی سے چل کھڑے ہو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ یہ تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔ پھر جب نماز ختم ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل کے طالب بنو اور اللہ کو زیادہ یاد رکھو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ اور لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب وہ کوئی تجارت یا دلچسپی کی چیز دیکھ پاتے ہیں تو اس کی طرف ٹوٹ پڑتے ہیں اور تم کو کھڑے چھوڑ دیتے ہیں۔ کہہ دو، جو اللہ کے پاس ہے، وہ کھیل تماشے اور تجارت سے کہیں بہتر ہے۔ اور اللہ بہترین روزی دینے والا ہے۔''

ان تمام مقامات پر اگر 'لہو' کے مفہوم میں کھیل تماشے کی جگہ موسیقی کا لفظ رکھ کر دیکھیں تو ہر صاحب نظر

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

پر یہ بات پوری طرح واضح ہو جائے گی کہ آیات کا اسلوب اور سیاق وسباق اس تخصیص کو کسی طرح بھی قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔

سورۂ لقمان کی مذکورہ آیت میں 'لھو الحدیث' کا مفہوم اگر عربی لغت، عرف قرآن اور سیاق کلام کی روشنی میں سمجھا جائے تو اس سے مراد وہ گم راہ کن باتیں قرار پائیں گی جو مفسدین زمانۂ نزول قرآن میں لوگوں کو کتاب اللہ سے منحرف کرنے کے لیے پھیلا رہے تھے۔ مولانا امین احسن اصلاحی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''لھو الحدیث' اسی طرح کی ترکیب ہے جس طرح دوسرے مقام میں 'زخرف القول' کی ترکیب استعمال ہوئی ہے۔ یہاں یہ لفظ کتاب حکیم کی آیات کے مقابل میں استعمال ہوا ہے۔ اس وجہ سے اس سے مراد وہ گم راہ کن باتیں ہیں جو وقت کے مفسدین لوگوں کو آیات الٰہی سے برگشتہ کرنے کے لیے پھیلاتے تھے۔ قرآن لوگوں کو زندگی کے اصل حقائق کے سامنے کھڑا کرنا چاہتا تھا، لیکن مخالفین کی کوشش یہ تھی کہ لوگ انھی مزخرفات میں پھنسے رہیں جن میں پھنسے ہوئے ہیں۔ یہاں اسی صورت حال کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور اسلوب بیان اظہار تعجب کا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ نے تو لوگوں کی ہدایت کے لیے ایک پر حکمت کتاب اتاری ہے، لیکن لوگوں کا حال یہ ہے کہ ان میں بہتیرے اس کے مقابل میں انھی فضول باتوں کو ترجیح دیتے ہیں جو ان کی خواہشوں اور بدعتوں کے لیے سند تصدیق فراہم کرتی ہیں... مفسدین کی یہ تمام سعی نامراد اس لیے ہے کہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکیں، حالانکہ اللہ کی راہ کو چھوڑ کر جس راہ پر وہ چل رہے ہیں اور جس پر لوگوں کو بھی چلانا چاہتے ہیں، اس کے حق میں ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود جسارت کا یہ عالم ہے کہ اللہ کی آیات کا مذاق اڑاتے اور اپنی بے سروپا باتوں کی تائید میں آسمان وزمین کے قلابے ملاتے ہیں... ان کے لیے ایک نہایت سخت ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا۔'' (تدبر قرآن ۶/ ۱۲۳)

مفسدین نے لوگوں کو قرآن سے دور کرنے اور خرافات میں مشغول کرنے کے لیے لہو ولعب کے جو ذرائع اختیار کیے ہوں گے، وہ اس زمانے کے لحاظ سے ظاہر ہے کہ خطبات، کھیل تماشے، موسیقی کی محفلیں اور مشاعرے ہی ہو سکتے ہیں۔ یہ ذرائع اگر لوگوں کو دین سے برگشتہ کرنے کے لیے اختیار کیے جائیں تو فی نفسہٖ مباح ہونے کے باوجود اپنے غلط استعمال کی وجہ سے شنیع قرار پائیں گے اور اہل ایمان کو

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ان سے گریز ہی کی تلقین کی جائے گی۔

'سامدون' کے معنی

اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ. لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ. وَ تَضْحَكُوْنَ وَ لَاتَبْكُوْنَ. وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ. فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا. (النجم۵۳: ۵۷۔۶۲)

''قریب آنے والی قریب آ گئی ہے۔ اللہ کے سوا اس کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہو سکتا۔ تو کیا تم اس کلام پر متعجب ہوتے ہو۔ اور ہنستے ہو، روتے نہیں۔ اور تم 'سامد' ہو۔ اللہ ہی کو سجدہ کرو اور اسی کی بندگی کرو۔''

بعض مفسرین ان آیات سے بھی حرمت موسیقی کے لیے استدلال کرتے ہیں۔ یہاں لفظ 'سامدون' کا مفہوم ان کے نزدیک غنا ہے۔

لغت کی کتابوں میں 'سامد' کے حسب ذیل معنی نقل ہوئے ہیں:

سمد: السامد اللّاهي الرافع رأسه. من قولهم سمد البعير في سيره. (المفردات فی غریب القرآن ۲۴۱)

''سمد (کے معنی تکبر سے سر اٹھانا ہے): سامد وہ غافل شخص ہے جو اپنا سر اونچا رکھے۔ اصلاً یہ اونٹ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اہل زبان کہتے ہیں: 'سمد البعیر' یعنی اونٹ نے چلتے ہوئے سر کو اٹھائے رکھا۔''

علا. وسمدت الابل تسمد سمودا: لم تعرف الاعياء. وسمد سموداً: غنّى. وروي عن ابن عباس أنه قال: السمود الغناء بلغة حمير. (لسان العرب ۳/۲۱۹)

''وہ بلند ہوا اور اونٹ تیز چلے اس حال میں کہ وہ گردنیں اٹھائے ہوئے تھے اور انھوں نے تھکاوٹ محسوس نہ کی۔ اور سمد کے معنی ہیں: اس نے گانا گایا اور ابن عباس سے مروی ہے: حمیری زبان میں سمود کے معنی گانے کے ہیں۔''

سمد: قام رافعا رأسه ناصباً صدره فهو سامد، وغنى، وقام

''جو شخص اپنا سر اٹھا کر اور سینہ تان کر کھڑا ہو وہ سامد ہے اور اس کے معنی گانا گانے کے بھی ہیں

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

متحیراً. (اقرب الموارد ا/۵۳۹) — اور متحیر کھڑے ہونے کے بھی ہیں۔‘‘

ان لغات کی روشنی میں ’سامد‘ کے معنی یہ قرار پائیں گے:

۱۔ متحیر یا حیران کھڑا ہونے والا۔

۲۔ تکبر سے سر اٹھانے والا۔

۳۔ سر اٹھا کر اور سینہ تان کر کھڑا ہونے والا۔

۴۔ گانا گانے والا۔

’سامدون‘ کے حوالے سے جب ہم تفسیری اقوال کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباس سے تین مختلف قول مروی ہیں۔ ایک کے مطابق اس سے مراد ’لاھون‘ یعنی کھیلنے والے ہیں، دوسرے کے مطابق اس کا معنی غنا ہے اور تیسرے کے مطابق تکبر سے سینہ تان کر گزرنا ہے۔[31] قتادہ کے نزدیک اس سے مراد ’غافلون‘ یعنی غافل ہو جانے والے ہیں۔[32] ضحاک کی رائے میں اس سے مراد لہو ولعب میں مشغول ہونے والے کے ہیں۔[33]

علماے تفسیر میں سے زمخشری کی رائے ہے:

وانتم سامدون: شامخون مبرطمون. وقيل: لاهون لاعبون. وقال بعضهم لجاريته: اسمدي لنا، أي غني لنا. (الکشاف ۴/۴۳۰) — ’’(سامدون کے معنی) مغرور اور غضب ناک ہونے کے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد لہو ولعب ہے۔ اور اہل عرب یہ بھی کہتے ہیں: ’اسمدی لنا‘ یعنی ہمارے لیے گاؤ۔‘‘

امام رازی کی تفسیر ہے:

(وأنتم سامدون) أي غافلون. (التفسیر الکبیر ۲۹/۲۷) — ’’سامدون کے معنی ہیں تم غافل ہو۔‘‘

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگرچہ اس لفظ کا ایک معنی غنا بھی نقل ہوا ہے، مگر بیش تر

۳۱؎ تفسیر طبری ۲۷۔۲۸ / ۹۶۔۹۷۔

۳۲؎ تفسیر طبری ۲۷۔۲۸/۹۷۔

۳۳؎ تفسیر طبری ۲۷۔۲۸/۹۷۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

مفسرین نے اس سے یہ مراد نہیں لیا۔ ہمارے نزدیک اگر سیاق کلام کو پیش نظر رکھیں تو اس سے غنا کا مفہوم مراد نہیں لیا جا سکتا۔

یہ لفظ سورۂ نجم کی اختتامی آیات کا حصہ ہے۔ اس سورہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آخرت کی جزا اور سزا کے اثبات کو بیان کر رہی ہے۔ یہ اس پس منظر میں نازل ہوئی ہے کہ مشرکین عرب قرآن مجید کے الہامی ہونے پر بے سروپا اعتراضات اور شبہات کا اظہار کر رہے تھے اور اس کے برعکس اپنے کاہنوں اور نجومیوں کی خرافات کو بے سوچے سمجھے مان رہے تھے۔ چنانچہ اس کی تمہید میں مخاطبین سے یہ کہا گیا ہے کہ قرآن مجید ایسا کلام نہیں ہے جیسا تمھارے کاہن اور نجومی پیش کرتے ہیں۔ یہ وحی الٰہی ہے، اس کے حق ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اس لیے اس پر نکتہ چینی کرنے کے بجائے اسے شرح صدر سے قبول کرو۔ خاتمۂ سورہ میں بھی اسی بات کی تذکیر و تنبیہ کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ قیامت تمھارے بالکل قریب ہے اور تم اس سے غافل ہو کر مذاق میں پڑے ہوئے ہو، درآں حالیکہ یہ ہنسنے کا نہیں، بلکہ رونے کا مقام ہے۔ چنانچہ یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس سیاق میں 'سامدون' سے غنا کے معنی مراد لینا کسی لحاظ سے بھی موزوں نہیں ہے، یہاں اس سے مراد مخاطبین کا غافل ہو جانا اور قرآن مجید سے بے اعتنائی برتنا ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی خاتمۂ سورہ کی ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

> ''ان کے حال پر اظہار تعجب ہے کہ جو کتاب تمھیں اتنے بڑے عذاب کے قرب کی خبر دے رہی ہے، تم اس کے انداز پر تعجب کر رہے ہو کہ بھلا تم پر عذاب کدھر سے اور کیوں آ جائے گا! آگاہ ہو جاؤ کہ یہ چیز ہنسنے اور مذاق اڑانے کی نہیں، بلکہ رونے اور سر پیٹنے کی ہے، لیکن تم رونے کی جگہ اس پر ہنس رہے ہو!
>
> 'سمد' اور 'سمود' کے معنی مدہوش ہونے کے ہیں۔ یعنی یہ کتاب تو تمھیں جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر جگا رہی ہے، لیکن تم غفلت کے بستروں پر پڑے سو رہے ہو۔ خیریت چاہتے ہو تو جاگو اور دوسرے دیویوں اور دیوتاؤں کو چھوڑ کر اپنے رب ہی کو سجدہ کرو اور اسی کی بندگی کرو۔ اس کے سوا کوئی اور اس آفت سے نجات دینے والا نہیں بنے گا۔'' (تدبر قرآن ۸/۸۰)

صوت شیطان کا مصداق

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ قَالَ ءَ اَسْجُدُ

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا . قَالَ اَرَءَ يْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا. قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا . وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَ رَجِلِكَ وَ شَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا . اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ وَ كِيْلًا. (بنی اسرائیل ۱۷: ۶۱۔۶۵)

''اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا، لیکن ابلیس نے نہیں کیا۔ وہ بولا کہ کیا میں اس کو سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا۔ اس نے کہا ذرا دیکھ تو اس کو جس کو تو نے مجھ پر عزت بخشی ہے، اگر تو نے مجھے روز قیامت تک مہلت دے دی تو میں، ایک قدرے قلیل کے سوا، اس کی ساری ذریت کو چٹ کر جاؤں گا۔ فرمایا: جا، جو ان میں سے تیرے پیرو بن جائیں گے تو جہنم تم سب کا پورا پورا بدلہ ہے۔ اور ان میں سے جن پر تیرا بس چلے، ان کو اپنی 'صوت' سے گھبرا لے، ان پر اپنے سوار اور پیدل چڑھا لا، مال اور اولاد میں ان کا ساجھی بن جا اور ان سے وعدہ کر لے اور شیطان ان سے محض دھوکے ہی کے وعدے کرتا ہے۔ بے شک، میرے اپنے بندوں پر تیرا کوئی زور نہیں چلے گا اور تیرا رب کارسازی کے لیے کافی ہے۔''

www.javedahmadghamidi.com

ان آیات میں 'و استفزز من استطعت منهم بصوتك' کے الفاظ آئے ہیں۔ یہاں 'صوت' کا لفظ شیطان کی نسبت سے آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو راندۂ درگاہ قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ تو یہاں سے نکل جا اور اگر تیرا بس چلتا ہے تو اپنی 'صوت' سے انسانوں کو بہکا لے۔

'صوت' عربی زبان کا معروف لفظ ہے جس کے معنی آواز کے ہیں۔ تفسیری اقوال کی روشنی میں بعض مفسرین نے اس کا مصداق 'غنا' بیان کیا ہے۔ تاہم اس ضمن میں محض غنا ہی کے بارے میں اقوال نہیں ہیں، بلکہ دیگر معانی کے حامل اقوال بھی روایتوں میں نقل ہوئے ہیں۔ کم و بیش ان تمام اقوال کو طبری اور ابن کثیر نے اپنی تفسیروں میں جمع کر دیا ہے۔ ابن عباس کے قول کے مطابق 'و استفزز من استطعت منهم بصوتك' سے مراد 'صوته كل داع دعا الى معصية الله' ہے۔ یعنی ہر اس داعی کی آواز جو اللہ کی نافرمانی کی طرف پکارے[۳۴]۔ مجاہد کے نزدیک یہاں صوت سے مراد لہو و لعب ہے[۳۵]۔ مجاہد ہی کے

حوالے سے ابن کثیر نے اس کا مصداق لہو کے ساتھ غنا کو بھی قرار دیا ہے۔[۳۶] قتادہ کی رائے میں صوت شیطان سے مراد شیطان کی دعوت ہے۔[۳۷]

ہمارے نزدیک صوت شیطان یعنی شیطان کی آواز کو غنا سے محدود کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے۔ اکثر جلیل القدر مفسرین نے اس نوعیت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ صاحب کشاف نے اسے ایک تمثیلی کلام قرار دیا ہے اور صوت شیطان سے مراد شیطان کا برائی کی طرف دعوت دینا بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

فإن قلت: ما معنى استفزاز إبليس بصوته وإجلابه بخيله ورجله؟ قلت: هو كلام ورد مورد التمثيل، مثلت حاله في تسلطه على من يغويه بمغوار أوقع على قوم فصوّت بهم صوتا يستفزهم من أماكنهم ويقلقهم عن مراكزهم. وقيل: بصوته بدعائه إلى الشر. (۶۳۳/۲)

''اگر تم کہو کہ ابلیس کا اپنی آواز اور اپنے گھڑسواروں اور پیادوں (کی فوج) کے ساتھ حملہ آور ہونے کا کیا مطلب ہے تو میں کہوں گا کہ یہ کلام تمثیلی ہے اور شیطان کے مسلط ہونے کو بیان کر رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کس کس طرح ایک انسان کو بہکاتا ہے یا کسی قوم پر اپنی آواز سے مسلط ہو کر انھیں اپنے مکانوں اور ٹھکانوں سے باہر کھینچ لاتا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اس کی آواز سے مراد برائی کی طرف دعوت دینا ہے۔''

کم و بیش یہی مفہوم رازی نے ''التفسیر الکبیر'' میں درج کیا ہے:

صوته دعاؤه إلى معصية اللّٰه تعالىٰ. (۶/۲۱)

''اس (شیطان) کی آواز سے مراد اس کا اللہ کی نافرمانی کی طرف بلانا ہے۔''

''روح المعانی'' میں آلوسی نے غنا سے متعلق قول کا حوالہ دینے کے باوجود اس سے اللہ کی نافرمانی کی

۳۴؎ تفسیر طبری ۱۳۶/۱۵۔

۳۵؎ تفسیر طبری ۱۳۶/۱۵۔

۳۶؎ ۴۹/۳۔

۳۷؎ تفسیر طبری ۱۳۶/۱۵۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

طرف دعوت اور وسوسہ اندازی ہی کا مفہوم مراد لیا ہے:

(بصوتك) أي بدعائك إلى معصية اللّٰه تعالٰى ووسوستك، وأخرج ابن المنذر وابن جرير وغيرهما عن مجاهد تفسيره بالغناء والمزامير واللهو والباطل. (۱۱۱/۱۵)

''بصوتك' سے مراد اللہ کی نافرمانی کی طرف بلانا اور وسوسہ ڈالنا ہے۔ ابن منذر، ابن جریر اور ان کے علاوہ دیگر مفسرین نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ مجاہد کی رائے میں اس سے مراد گانا، مزامیر، باطل اور لہو ہے۔''

مولانا مفتی محمد شفیع نے صوت کا مفہوم غنا کی تخصیص کے بغیر بیان کیا ہے اور اس سے شیطان کی ہر وہ پکار مراد لی ہے جو اللہ کی نافرمانی کی طرف دعوت دیتی ہے[۳۸]:

''اور ان میں سے جس کو اپنی آواز سے بچلا سکے اس کو بچلا۔ یعنی جس طرح تو اللہ کی معصیت کی طرف بلا سکتا ہے بلا، دنیا میں جو آواز اور پکار اللہ کی نافرمانی کی طرف دی جاتی ہے وہ درحقیقت شیطان کی آواز ہوتی ہے جیسے راگ اور باجے کی آواز۔'' (۳۳۷)

ہمارے نزدیک قرآن مجید نے 'صوت' کا لفظ استعمال کر کے ان تمام ہتھکنڈوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو شیطان صوت رحمان کے مقابل میں پیش کرتا اور ان کے ذریعے سے اللہ کے بندوں کو گم راہی کی طرف مائل کرتا ہے۔ اس پہلو سے دیکھیے تو ہر وہ چیز صوت شیطان ہے جو انسان کو اس کے پروردگار سے سرکشی یا دوری کا درس دیتی ہے۔ یہ درس اگر کوئی تقریر، کوئی تعلیم، کوئی شاعری اور کوئی موسیقی دیتی ہے تو وہ بلا شبہ صوت شیطان ہے اور اسلام اسے کسی حال میں گوارا نہیں کر سکتا۔ مگر ظاہر ہے کہ اس صورت میں شیطان کا وہ پیغام شنیع قرار پائے گا نہ کہ تقریر، تحریر، تدریس، شاعری اور موسیقی جیسی اصناف ہی اصلاً لغو ٹھہریں گی۔

مولانا امین احسن اصلاحی اس آیت کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

''استفزاز' کے معنی گھبرا دینے اور پریشان کر دینے کے ہیں اور 'صوت' سے مراد یہاں شور و غوغا،

۳۸؎ صاحب ''معارف القرآن'' مولانا مفتی محمد شفیع ''اسلام اور موسیقی'' کے مولف ہیں۔ اس تالیف میں انھوں نے مذکورہ آیت کو غنا کی حرمت کے لیے بطور دلیل پیش کیا ہے۔

ہنگامہ اور پروپیگنڈا ہے۔

ابلیس اور اس کی ذریات کو اضلال کی مہم چلانے کی جس حد تک مہلت ملی ہوئی ہے، یہ اس کی طرف اشارہ ہے تاکہ لوگ اس کو کوئی آسان بازی نہ سمجھیں، بلکہ جو اس کے فتنوں سے اپنے ایمان کو بچانا چاہتے ہوں، وہ ہر وقت اس کا مقابلہ کرنے کے لیے چوکس رہیں۔

'واستفزز من استطعت منهم بصوتك' یعنی جا، لوگوں کو صراط مستقیم سے ہٹانے کی مہم میں اپنے شور و غوغا، اپنے نعرے اور ہنگامے، اپنے ریڈیو اور سینما، اپنے گانے بجانے، اپنے جلسوں اور جلوسوں، اپنی تقریروں اور اعلانات، اپنے اخبارات و رسائل اور اس قبیل کی ساری ہی چیزوں سے جو فائدہ اٹھا سکتا ہے، اٹھالے اور جن کے قدم اکھاڑ سکتا ہے، اکھاڑ دے۔

'واجلب عليهم بخيلك و رجلك'۔'خیل' سواروں کی جماعت اور 'رجل' پیادوں کی ٹولی۔ یعنی اپنے لشکر ضلالت کے سواروں اور پیادوں کو بھی ان پر چڑھالا اور اس طرح بھی اگر تیرا بس چلے تو ان کو ایمان سے پھیرنے کی کوشش کر دیکھ۔ یہ ملحوظ رہے کہ سوار اور پیادے چڑھالانا محض استعارہ ہی نہیں ہے، بلکہ امر واقعی بھی ہے۔ وہ تمام جنگیں جو دشمنان اسلام نے اہل ایمان کو دین حق سے پھیرنے کے لیے برپا کی ہیں، وہ سب اس میں داخل ہیں۔'' (تدبر قرآن ۴/۵۲۰)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

'لا يشهدون الزور' کی تفسیر

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا. (فرقان ۲۵:۷۲)

''اور جو لوگ کسی باطل میں شریک نہیں ہوتے اور اگر کسی بے ہودہ چیز پر سے ان کا گزر ہوتا ہے تو وقار کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔''

بعض مفسرین نے اس آیت کے لفظ 'الزور' سے مراد غنا لیا ہے اور اس بنا پر موسیقی کو باطل قرار دیا ہے۔ لغت میں اس کے معنی جھوٹ اور باطل کے بیان کیے گئے ہیں۔

''لسان العرب'' میں ہے:

والزور: الكذب والباطل، وقيل شهادة الباطل. (۴/۳۳۶)	'''زور' کے معنی جھوٹ اور باطل کے ہیں اور باطل گواہی کو بھی 'زور' کہا گیا ہے۔''

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

قيل للكذب زور لكونه مائلا عن جهته، قال: ظلما وزورا. (المفردات فی غریب القرآن ۲۱۷)	''(زور کا معنی ہے منحرف ہونا) اور جھوٹ کے لیے 'زور' کا لفظ اس لیے استعمال ہوتا ہے کہ جھوٹی بات بھی راہ حق سے منحرف ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (کفار کا دعویٰ) ظلم اور جھوٹ ہے۔''

یہ رائے روایات میں منقول مجاہد اور محمد بن حنفیہ کے اقوال پر مبنی ہے۔ ان کے مطابق 'زور' سے مراد غنا ہے۔[۳۹] امام ابوحنیفہ کے حوالے سے بھی جصاص نے اس کے معنی غنا ہی نقل کیے ہیں۔[۴۰]

اس کے برعکس ضحاک سے 'شرک' کے معنی منقول ہیں۔[۴۱] ابن جریج سے اس کا مفہوم 'کذب' نقل ہوا ہے۔[۴۲]

کشاف، تفسیر الکبیر اور روح المعانی میں 'زور' سے مراد باطل اور کذب ہی لیا گیا ہے اور 'یشھدون الزور' کے معنی جھوٹی گواہی کے نقل ہوئے ہیں۔[۴۳]

ہمارے نزدیک اس آیت میں 'زور' اپنے لغوی مفہوم ہی کے لحاظ سے آیا ہے، اسے غنا، شرک یا کسی دوسرے مفہوم کا حامل قرار دینا ہرگز موزوں نہیں ہے۔ طبری بیان کرتے ہیں:

فاذا كان ذلك كذلك فاولى الاقوال بالصواب فی تاويله ان يقال: والذين لا يشهدون شيئا من الباطل ولا شركا ولا غناء ولا كذبا ولا غيره وكل ما لزمه	''اس تفصیل کی روشنی میں اس آیت کا صحیح ترین مفہوم یہ ہے کہ یہ لوگ باطل کے کسی کام میں شریک نہیں ہوتے۔ چاہے وہ شرک ہو یا گانا بجانا یا جھوٹ یا اس کے علاوہ کوئی بھی ایسا کام جس پر 'زور' کا اطلاق ہوتا ہو۔''

۳۹؎ طبری ۱۹/۵۸، ابن کثیر ۳/۳۲۸۔۳۲۹۔

۴۰؎ احکام القرآن ۵/۲۱۳۔

۴۱؎ طبری ۱۹/۵۸۔

۴۲؎ طبری ۱۹/۵۸۔

۴۳؎ الکشاف ۳/۳۰۱، التفسیر الکبیر ۲۴/۱۱۳، روح المعانی ۱۹/۵۱۔

اسم الزور. (تفسیر طبری ۱۹/۵۸)

اس آیت کو اس کے سیاق وسباق کے لحاظ سے دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے فرماں بردار بندوں کی صفات کے ذیل میں جہاں فروتنی، عبادت گزاری، عمل صالح اور توبہ وانابت کے اوصاف بیان کیے ہیں، وہاں یہ وصف بھی بیان کیا ہے کہ وہ کسی جھوٹ اور باطل میں شریک نہیں ہوتے اور لغویات سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں۔ مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

''زور' کذب وباطل کو کہتے ہیں اور 'لغو' سے مراد وہ باتیں اور کام ہیں جو ثقہ وسنجیدہ لوگوں کے شایانِ شان نہ ہوں۔ فرمایا کہ ہمارے یہ بندے کسی باطل کام میں شریک نہیں ہوتے اور اگر کسی لغو چیز کے پاس سے گزرنا ہی پڑ جائے تو نہایت وقار وشرافت سے وہاں سے گزر جاتے ہیں جس طرح ایک گندی جگہ سے ایک صفائی پسند آدمی گزر جاتا ہے۔ سورۂ قصص کی آیت ۵۵ میں یہی بات یوں بیان ہوئی ہے:

وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ . (۵/۴۸۹)	''اور جب وہ لغو باتیں سنتے ہیں تو ان سے اعراض کرتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے ساتھ ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے ساتھ تمھارے اعمال، ہمارا اسلام لو، ہم جاہلوں سے الجھنا نہیں چاہتے۔''

(تدبر قرآن ۵/۴۸۹)

اس تفصیل سے یہ بات پوری طرح واضح ہوگئی ہے کہ باعتبار لغت مذکورہ بالا الفاظ وتراکیب سے غنا کے معنی اخذ کرنا عربی زبان کے مسلمات کے خلاف ہے۔ تاہم اس کے باوجود اگر ان سے غنا ہی کا مفہوم مراد لینے پر اصرار کیا جائے تب بھی سیاق وسباق اور اسلوب بیان اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتے کہ انھیں موسیقی کی حرمت کے بارے میں کسی حکم کی بنیاد بنایا جائے۔

حرمت موسیقی کے لیے روایات سے استدلال

موسیقی کی حرمت پر جن روایتوں سے استدلال کیا جاتا ہے، ان میں صحیح، حسن اور ضعیف[۴۴] تینوں طرح کی

روایات موجود ہیں۔ان پر غور کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ تدبر حدیث کے بنیادی اصولوں کو مختصر طور پر جان لیا جائے۔استاذ گرامی جناب جاوید احمد غامدی نے اپنی کتاب ''میزان'' میں حدیث کے رد و قبول اور اس کے فہم کے حوالے سے حسب ذیل اصول بیان کیے ہیں[۴۵]۔

رد و قبول کے حوالے سے یہ دو باتیں بیان کی ہیں:

اولاً یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے کسی مشتبہ بات کی روایت، چونکہ دنیا اور آخرت، دونوں میں بڑے سنگین نتائج کا باعث بن سکتی ہے، اس لیے یہ ضروری ہے کہ سند کی تحقیق کے لیے جو معیار محدثین نے قائم کیا ہے، اس کا اطلاق آپ سے متعلق ہر روایت پر بغیر کسی رو رعایت کے اور نہایت بے لاگ طریقے پر کیا جائے اور صرف وہی روایتیں قابل اعتنا سمجھی جائیں جو اس پر ہر لحاظ سے پوری اترتی ہوں۔

ثانیاً یہ کہ روایت کے متن میں اس بات کا پورا اطمینان کر لیا جائے کہ کوئی چیز قرآن و سنت اور عقل و فطرت کے مسلمات کے خلاف نہ ہو۔

فہم حدیث کے حوالے سے یہ پانچ اصول بیان کیے ہیں:

ا۔حدیث کا مفہوم عربی زبان کے مسلمات کی بنا پر اخذ کیا جائے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

۴۴؎ روایت کے اعتبار سے یہ علم حدیث کی بنیادی اصطلاحات ہیں۔'صحیح' سے مراد وہ حدیث ہے جو 'مسند' ہو یعنی اپنے راوی سے لے کر آخر تک مربوط و متصل ہو اور اس میں کوئی کڑی ٹوٹی ہوئی نہ ہو؛ وہ 'شاذ' بھی نہ ہو یعنی اس میں کوئی ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت نہ کرتا ہو؛ وہ 'معلل' بھی نہ ہو یعنی اس میں کوئی ایسی علت قادحہ نہ پائی جاتی ہو جس سے حدیث کی صحت مخدوش ہو جاتی ہے اور اس کے تمام راوی ضابط اور عادل ہوں یعنی حافظے میں نہایت قوی ہوں اور فرائض دینی بجالانے والے اور منکرات و فواحش سے گریزاں رہنے والے ہوں۔

'حسن' سے مراد وہ حدیث ہے جس کی سند متصل ہو، جو شاذ اور معلل بھی نہ ہو اور جس کا راوی عادل تو ہو، مگر اس کے ضبط میں کمی ہو یعنی حافظے کے اعتبار سے قوی نہ ہوں۔گویا 'صحیح' اور 'حسن' میں فرق راوی کے ضبط کے قوی اور کمزور ہونے کا ہے۔

'ضعیف' سے مراد وہ حدیث ہے جس میں 'صحیح' اور 'حسن' کی صفات نہ پائی جاتی ہوں۔

۴۵؎ ص ۶۸۔

۲۔اسے قرآن مجید کی روشنی میں سمجھا جائے۔

۳۔مدعاو مصداق موقع و محل کے تناظر میں متعین کیا جائے۔

۴۔موضوع سے متعلق دوسری احادیث کو بھی زیر غور لایا جائے۔

۵۔اگر کوئی بات عقل و فطرت کے مسلمات کے خلاف محسوس ہو تو اس پر بار بار غور کیا جائے[۴۶]۔

ان اصولوں کی روشنی میں اب ہم ان نمائندہ روایتوں کو زیر بحث لائیں گے جن سے موسیقی کی حرمت پر استدلال کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں پہلے صحیح اور حسن روایتوں کی توضیح کی جائے گی اور پھر ضعیف روایتوں کا جائزہ لیا جائے گا۔

صحیح اور حسن روایات

صحیح اور حسن روایات حسب ذیل ہیں:

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

سازوں کی حرمت

حدثنی ابو عامر او ابو مالك الاشعری واللّٰه ما كذبنی سمع النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یقول: لیكونن من امتی اقوام یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف. (بخاری، رقم ۵۲۶۸)

''ابوعامر یا ابو مالک اشعری بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو شرم گاہ (زنا)، ریشم، شراب اور سازوں کو حلال کر لیں گے[۴۷]۔''

۴۶؎ صحابۂ کرام کی عدالت، البتہ اس سے مستثنیٰ ہے، اس لیے کہ اس کی گواہی خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں دی ہے۔ ملاحظہ ہو: البقرہ ۲: ۱۴۳، آل عمران ۳: ۱۱۰، الحج ۲۲: ۷۸۔

۴۷؎ بخاری کی مذکورہ روایت پر اس کی صحت کے حوالے سے بھی بعض اعتراضات ہیں۔ ابن حزم اس روایت کے بارے میں اپنی کتاب ''المحلی'' میں لکھتے ہیں:

هذا منقطع و لم يتصل ما بين البخاری و صدقة بن خالد.

اس روایت میں حسب ذیل باتیں بیان ہوئی ہیں:

o ایک زمانہ آئے گا کہ لوگ زنا، ریشم، شراب اور سازوں کو حلال تصور کریں گے۔

o 'یستحلون' (حلال کرلیں گے) کے الفاظ سے واضح ہے کہ یہ چیزیں درحقیقت حرام ہیں۔

اس روایت سے بظاہر چار چیزوں کی حرمت معلوم ہوتی ہے:

۱۔زنا

۲۔شراب

۳۔ریشم

۴۔ساز

ان چیزوں کے حوالے سے جب ہم ماخذ دین سے رجوع کرتے ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے زنا کی حرمت کے بارے میں شریعت نہایت واضح ہے۔ قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ اس کی حرمت کا ذکر آیا ہے[۴۸]۔

شراب کو قرآن مجید نے بھی حرام قرار دیا ہے اور روایتوں میں بھی اس کی حرمت بیان ہوئی ہے[۴۹]۔

ریشم کی حلت و حرمت کے حوالے سے قرآن مجید میں کوئی بات مذکور نہیں ہے، البتہ جنت کے حوالے سے مثبت طریقے سے ریشم کا ذکر ہوا[۵۰]۔ جہاں تک روایات کا تعلق ہے تو اس ضمن میں حلت و حرمت، دونوں

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

''یہ حدیث منقطع ہے اور بخاری اور صدقہ بن خالد کے مابین اتصال نہیں ہے۔'' (۵۹/۹)

اس کے برعکس بعض علما مثلاً ابن حجر عسقلانی اور ابن قیم جوزی ابن حزم کی اس رائے سے اتفاق نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک یہ حدیث صحیح متصل ہے۔ علامہ ناصر الدین البانی نے بھی اسے 'صحیح' قرار دیا ہے۔

۴۸؎ بنی اسرائیل میں ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰیٓ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا. (۱۷:۳۲)

''اور زنا کے پاس بھی نہ پھٹکو، کیونکہ یہ کھلی ہوئی بے حیائی اور نہایت بری راہ ہے۔''

۴۹؎ سورۂ مائدہ میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ . (۵:۹۰)

طرح کی روایتیں موجود ہیں۔ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم کو بالکلیہ حرام قرار نہیں دیا۔آپ نے اس کے مکمل لباس کو عورتوں کے لیے جائز قرار دیا ہے اور مردوں کے لیے ناجائز۔مردوں کو البتہ، اس کا کچھ حصہ استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔مردوں کے لیے اس کی ممانعت کے اسباب یہ ہیں کہ اس کے استعمال سے عورتوں سے مشابہت کی صورت پیدا ہو سکتی ہے اور اسراف اور تکبر کا اظہار ہو سکتا ہے۔[51]

چنانچہ یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم کو علی الاطلاق حرام قرار نہیں دیا، بلکہ اس کے استعمال کی بعض نوعیتوں کو اپنے زمانے کے لحاظ سے ممنوع ٹھیرایا ہے۔

بعینہٖ یہ معاملہ معازف یعنی آلات موسیقی کا ہے۔گزشتہ باب میں قرآن مجید کے مطالعے سے یہ بات

''ایمان والو، یہ شراب اور جوا اور تھان اور قسمت کے تیر، سب گندے شیطانی کام ہیں، اس لیے ان سے الگ رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

ابوداؤد میں سیدنا ابن عمر کی روایت نقل ہوئی ہے:

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم لعن اللّٰه الخمر و شاربها و ساقیها و بائعها و عاصرها و معتصرها و حاملها و المحمولة الیه.

(ابوداؤد، رقم ۳۶۷۴)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے شراب پر اور اس کے پینے والے، اس کے پلانے والے، بیچنے والے، خریدنے والے، کشید کرنے والے، کشید کرانے والے اور ڈھو کر لے جانے والے پر اور اس شخص پر جس کے لیے وہ ڈھو کر لے جائی گئی ہو۔''

۵۰؎ فاطر ۳۵: ۳۳۔الدھر ۷۶: ۱۲۔

۵۱؎ ابن ماجہ، رقم ۳۶۰۵۔ بخاری، رقم ۵۵۴۶۔

ریشم چونکہ بہت قیمتی ہوتا تھا، اس لیے اس کا بے جا استعمال اسراف تھا۔ بادشاہ اور امرا اسے اپنے کروفر کے اظہار کے لیے پہنتے تھے، اس لیے اس پہلو سے اس کا پہننا تکبر کے زمرے میں شمار ہوتا تھا۔ چنانچہ ریشم کی شناعت کے وجوہ اصل میں اسراف اور تکبر ہیں۔ یہ اگر ریشم کے ساتھ وابستہ نہیں رہتے تو وہ ہر لحاظ سے حلال ہے اور یہی اگر کسی اور لباس کے ساتھ منسلک ہو جاتے ہیں تو وہ بھی کراہت کے دائرے میں آ جائے گا۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

سامنے آتی ہے کہ اس کے بین الدفتین موسیقی کے بارے میں کوئی حکم موجود نہیں ہے۔ جہاں تک روایات کا تعلق ہے تو ہم اوپر وہ صحیح روایتیں نقل کر چکے ہیں جن سے آلات موسیقی کے جواز کا حکم مستنبط ہوتا ہے۔

موسیقی اور آلات موسیقی کے جواز کی روایتوں کے ہوتے ہوئے بخاری کی مذکورہ روایت کی بنا پر سازوں کو علی الاطلاق حرام قرار دینا، ظاہر ہے کہ کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ تاہم یہ سوال ابھی باقی ہے کہ روایتوں کے اس ظاہری تناقض کے باوصف اس روایت کا مدعا کیسے سمجھا جائے۔ اس مقصد کے لیے یہ مناسب ہوگا کہ مذکورہ روایت کے دیگر طرق اور اس موضوع کی دوسری روایتوں کا مطالعہ کر لیا جائے۔ اس ضمن میں چند روایتیں حسب ذیل ہیں:

عن ابی مالك الاشعری قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لیشربن ناس من امتی الخمر یسمونها بغیر اسمها یعزف علی رؤوسهم بالمعازف والمغنیات یخسف اللّٰه بهم الارض ویجعل منهم القردة والخنازیر.

''ابو مالک اشعری سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے کئی لوگ شراب کو کسی اور نام سے موسوم کر کے پئیں گے۔ ان کے سروں پر ساز بجائے جائیں گے اور گانے والی عورتیں گائیں گی۔ اللہ تعالیٰ انھیں زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے بعض کو بندر اور سور بنا دے گا۔''

(ابن ماجہ، رقم ۴۰۲۰)

عن انس بن مالك رضی اللّٰه عنه قال دخلت علی عائشة رضی اللّٰه عنها ورجل معها فقال الرجل یا ام المومنین حدثینا حدیثا عن الزلزلة فاعرضت عنه بوجهها قال انس فقلت لها حدثینا یا ام المؤمنین عن الزلزلة فقالت یا انس ان حدثتك عنها

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں تو ایک شخص ان کے ہم راہ تھا۔ اس نے پوچھا: ام المومنین، ہمیں (قیامت کے) زلزلے کے بارے میں بتائیے۔ سیدہ نے اپنا رخ اس کی طرف سے پھیر لیا۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے پھر کہا: اے ام المومنین، ہمیں (قیامت کے) زلزلے کے بارے میں بتائیے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

عشت حزينا و بعثت حين تبعث وذلك الحزن فی قلبك فقلت يا اماه حدثينا فقالت ان المراة اذا خلعت ثيابها فی غيربيت زوجها هتكت ما بينها و بين اللّٰه عزوجل من حجاب وان تطيبت لغير زوجها كان عليها نارا و شنارا فاذا استحلوا الزنی و شربوا الخمور بعد هذا وضربوا المعازف غار اللّٰه فی سمائه فقال للارض تزلزلی بهم.

(المستدرک علی الصحیحین، رقم ۸۵۷۵)

سیدہ عائشہ نے فرمایا: انس، اگر میں نے تمھیں اس سے آگاہ کر دیا تو تم غمگین ہو جاؤ گے اور جب تم قیامت میں اٹھائے جاؤ گے تو اس وقت بھی یہ غم تمھارے دل پر طاری ہو گا۔ انس کہتے ہیں کہ میں نے پھر کہا کہ اے ماں، اس کے باوجود آپ ہمیں بتائیے۔ سیدہ نے فرمایا: جب عورتیں اپنے شوہروں کے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں لباس اتاریں گی (یعنی جب زنا عام ہو جائے گا) تو ان کے اور اللہ کے مابین شرم و حیا کا پردہ تار تار ہو جائے گا۔ اور جب وہ غیر مردوں کو مائل کرنے کے لیے خوش بو لگائیں گی تو یہ بات ان کے لیے آگ کے عذاب اور عیب و عار کا سبب بنے گی۔ پھر جب لوگ زنا کو حلال سمجھ لیں گے اور اس کے بعد شرابیں پییں گے اور ساز بجائیں گے تو آسمان پر اللہ کی غیرت کو جوش آئے گا اور وہ زمین سے فرمائے گا کہ ان کو ہلا کر رکھ دے۔''

عن عبد اللّٰه بن مسعود قلت يا رسول اللّٰه هل للساعة من علم تعرف به الساعة فقال لی يا بن مسعود ان للساعة اعلاما وان للساعة اشراطا الا وان من اعلام الساعة واشراطها... ان تظهر المعازف وتشرب الخمور.

(المعجم الکبیر، رقم ۱۰۵۵۶)

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کیا قیامت کی کوئی نشانی ہے جس سے اس کے بارے میں جان لیا جائے؟ آپ نے فرمایا: اے ابن مسعود، بے شک قیامت کی نشانیاں ہیں۔ ان میں سے بعض نشانیاں یہ ہیں... کہ آلات موسیقی نمایاں ہوں گے اور شرابیں پی جائیں گی۔''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ان روایتوں سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ عرب میں ناچ گانا اور شراب لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے تھے اور آلات موسیقی درحقیقت عریانی اور فحاشی کی محفلوں ہی کے ساتھ مخصوص تھے۔ عرب میں ایسی مجالس عام تھیں جن میں امرا ریشم جیسے متکبرانہ لباس میں ملبوس ہو کر شریک ہوتے، سازوں کے ساتھ ناچ گانے کا اہتمام کیا جاتا، خوب شراب نوشی کی جاتی اور ان کا اختتام فواحش پر ہوتا۔ اس تناظر میں دیکھا جائے تو کوئی بھی مباح چیز ان مجالس کے ساتھ مخصوص ہو کر دائرۂ حرمت میں داخل ہو سکتی ہے۔ چنانچہ مذکورہ روایت سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ اگر شاعری کی کوئی قسم، کوئی لباس، کوئی برتن، کوئی مقام یا کوئی تہوار ایسی غیر اخلاقی سرگرمیوں سے وابستہ ہو جاتا ہے تو وقتی طور پر اس کی ممانعت کا حکم لگانا شریعت کے منشا کے عین مطابق ہے۔[۵۲]

گھنٹی سے فرشتوں کی کراہت

[ا]

۱۔ عن ابی هريرة ان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم قال الجرس مزامير الشيطان. (ابوداؤد، رقم ۲۵۵۶)

۲۔ عن ابی هريرة ان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم قال لا تصحب الملائكة رفقة فيها كلب و لا جرس. (ابوداؤد، رقم ۲۵۵۵)

ا۔ ''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھنٹی شیطان کا ساز ہے۔''

۲۔ ''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے (مسافروں کی) اس جماعت کے ہم راہ نہیں ہوتے جس میں گھنٹی ہو یا کتا ہو۔''[۵۳]

ان روایتوں میں حسب ذیل باتیں بیان ہوئی ہیں:

۵۲؎ ان روایتوں سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ یہ درحقیقت قرب قیامت کی علامتوں کا بیان ہے۔ اس بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ اصلاً قرب قیامت کی نشانیوں کو بیان کر رہی ہیں نہ کہ ان کا اصل مقصود بعض اشیا کی حرمت واضح کرنا ہے۔ اس پہلو سے ان روایات پر مزید بحث ہو سکتی ہے، مگر چونکہ ان میں شراب اور آلات موسیقی کے باہم ذکر نے صورت واقعہ کو پوری طرح واضح کر دیا ہے، اس وجہ سے یہ بحث محض طوالت کا باعث ہوگی۔

۵۳؎ محدثین نے ان دونوں روایتوں کو 'صحیح' قرار دیا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

o گھنٹی شیطان کے سازوں میں سے ہے۔

o فرشتے مسافروں کی اس جماعت کے ہم راہ نہیں ہوتے جس میں گھنٹی ہو۔

o وہ اس جماعت کے ساتھ بھی نہیں ہوتے جس میں کتا ہو۔

الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ اس موضوع کی متعدد روایتیں حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔ ہمارے نزدیک حسب ذیل نکات کی بنا پر ان سے حرمت موسیقی پر استدلال درست نہیں ہے:

اولاً، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عرب میں 'جرس' (گھنٹی) کو بالعموم آلات موسیقی میں شمار ہی نہیں کیا جاتا تھا۔ ''المفصل فی تاریخ العرب'' میں ڈاکٹر جواد علی نے 'آلات الطرب' کے زیر عنوان جہاں عرب کے آلات موسیقی کے بارے میں بیان کیا ہے، وہاں جرس کا کوئی حوالہ مذکور نہیں ہے:

وآلات الطرب عند العرب ثلاثة: آلات ذات اوتار کالعود وآلات نفخ، وآلات ضرب کالصنوج والطبل والدف. (۵/۱۰۸)	''عرب کے آلات موسیقی تین قسم کے تھے: ایک تار والے جیسا کہ ستار، دوسرے پھونک سے بجانے والے اور تیسرے ضرب لگا کر بجانے والے جیسے ڈھول، طبل اور دف وغیرہ۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اس کے ذیل میں مصنف نے دف، بربط، صنج، ون، ونج، معزف، طبل، طنبور، کوبہ، قنین، اور مزمار کا ذکر کیا ہے، مگر جلجل یا جرس کا ذکر نہیں کیا۔ تاہم بر سبیل تنزل اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس سے مراد آلۂ موسیقی ہے، تب بھی روایات میں یہ جس طریقے سے مذکور ہے، اس سے آلۂ موسیقی کا مفہوم کسی طور اخذ نہیں کیا جا سکتا۔ روایتوں میں اس کا ذکر اونٹوں کے گلے میں لٹکائی جانے والی گھنٹی ہی کے حوالے سے آیا ہے:

عن ام سلمة ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم رای ابعرة فی بعضها جرس فلما سمع صوته قال ما هذا قال رجل هذا الجلجل فقال رسول اللّٰه وما الجلجل قال الجرس قال نعم فاذهب فاقطعه ثم ارم به ففعل	''ام سلمہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ اونٹ دیکھے ان میں سے بعض کے (گلے میں) گھنٹی تھی۔ جب آپ نے اس کی آواز سنی تو پوچھا: یہ کیا ہے؟ ایک آدمی نے عرض کیا: یہ جلجل ہے۔ آپ نے پوچھا جلجل کیا ہے؟ اس نے کہا: گھنٹی۔ آپ نے فرمایا: اچھا تم جاؤ اور اسے کاٹ کر پھینک دو۔ اس نے آپ

ثـم رجـع الـرجـل فقال يا رسـول اللّٰـه مـا لـه فـقـال رسول اللّٰه ان الـمـلائـكة لا تصحب رفقة فيها جرس. (المعجم الكبیر، رقم ١٠٠١)

کے ارشاد کی تعمیل کی۔ پھر اس آدمی نے واپس آ کر عرض کیا: یا رسول اللہ، یہ حکم آپ نے کس وجہ سے دیا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس قافلے میں گھنٹی ہو، فرشتے اس کے ہم راہ نہیں ہوتے۔''

عـن خـالـد بـن مـعدان قال مروا عـلـى النبى بناقة فى عنقها جرس فقال هذه مطية شيطان.
(ابن ابی شیبہ، رقم ٣٢٥٩٩)

''خالد بن معدان بیان کرتے ہیں: (کسی سفر کے دوران میں) کچھ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے ایک ایسی اونٹنی کے ساتھ گزرے جس کی گردن میں گھنٹی تھی۔ آپ نے فرمایا: یہ شیطان کی سواری ہے۔''

اس تناظر میں دیکھا جائے تو یہ درحقیقت اس گھنٹی کا بیان ہے جو اونٹوں یا دوسرے جانوروں کے گلے میں لٹکائی جاتی تھی۔ جانوروں کی گردنوں میں گھنٹی باندھنے کا مقصد انھیں آراستہ کرنا بھی ہوسکتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ راعی یا ساربان اپنے جانوروں سے باخبر رہیں اور اگر وہ کہیں کھو جائیں تو اس کی آواز کے ذریعے سے انھیں ڈھونڈنے میں مدد مل سکے، مگر یہ بہرحال نہیں ہوسکتا کہ اس سے موسیقی کا حظ اٹھایا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل آلات موسیقی بھی اسی صورت میں موثر ہوتے ہیں جب انھیں خاص ترتیب سے بجایا جائے۔ یہ ترتیب ہی انھیں زمرۂ موسیقی میں داخل کرتی ہے۔ اناڑی کا بے تال انداز سے طبلے کو بجانا موسیقی نہیں ہے اور ماہر فن کا تال کے ساتھ تختے کو بجانا بھی موسیقی ہے۔ چنانچہ یہ بات قطعی طور پر کہی جاسکتی ہے کہ مذکورہ روایت میں 'جرس' کا ذکر آلۂ موسیقی کے طور پر نہیں آیا ہے، اس لیے اس کی بنا پر آلات موسیقی کے بارے میں کوئی حکم اخذ کرنا ہرگز درست نہیں ہے۔

ثانیاً، ان روایتوں میں فرشتوں کے حوالے سے صرف گھنٹی ہی کی کراہت مذکور نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ کتے کی کراہت کا ذکر بھی ہے۔ اس کے برعکس متعدد روایات میں نہ صرف کتا رکھنے، بلکہ اس کا پکڑا ہوا شکار کھانے کی اجازت موجود ہے۔[٥٤] چنانچہ اس روایت سے حرمت کا مفہوم اخذ کرنے سے ظاہر ہے کہ

---

٥٤ عـن عـدى بـن حـاتـم قـال قلت يا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم إنى

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

روایتوں کے باہمی تناقض کا سوال پیدا ہو جاتا ہے۔

ثالثاً، اگر اس روایت سے مجرد طور پر گھنٹی کی کراہت کا مفہوم اخذ کیا جائے تو یہ ان روایتوں سے متناقض قرار پائے گی جن کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نزول وحی کے وقت گھنٹیوں کی سی آواز محسوس ہوتی تھی۔[۵۵]

ارسل الكلاب المعلمة فيمسكن علي وأذكر اسم اللّٰه عليه فقال إذا أرسلت كلبك المعلم وذكرت اسم اللّٰه عليه فكل قلت وإن قتلن قال وإن قتلن ما لم يشركها كلب ليس معها. (مسلم، رقم ۱۹۲۹)

''عدی بن حاتم بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ میں اپنے سدھائے ہوئے کتوں کو چھوڑتا ہوں۔ وہ جا کر شکار کو تھام لیتے ہیں۔ میں اس پر اللہ کا نام لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: جب تم اپنا سدھایا ہوا کتا چھوڑو اور اس پر اللہ کا نام لو تو اس (شکار) کو کھالو۔ میں نے سوال کیا: اگرچہ کتا شکار کو مار ڈالے؟ آپ نے فرمایا: چاہے مار ڈالے، البتہ کوئی ایسا کتا اس کے ساتھ شریک نہ ہو جو اس کے ساتھ چھوڑا نہ گیا ہو۔''

عن أبي هريرة قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بينما كلب يطيف بركية قد كاد يقتله العطش إذ رأته بغي بني اسرائيل فنزعت موقها فاستقت له به فسقته إياه فغفر لها به. (مسلم، رقم ۲۲۴۵)

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مرتبہ ایک کتا ایک کنوئیں کے گرد پھر رہا تھا۔ پیاس کی وجہ سے وہ مرنے کے قریب تھا۔ بنی اسرائیل کی ایک بدکار عورت نے دیکھا تو اپنا موزہ اتار کر اسے پانی پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس نیکی کے بدلے میں اس کو بخش دیا۔''

۵۵ ہمارے نزدیک اس استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ یہ باور نہیں کیا جا سکتا کہ نزول قرآن کے موقع پر اللہ کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی مکروہ آواز کا تاثر ہو۔ بخاری کی روایت ہے:

عن عائشة ام المومنين رضى اللّٰه عنها ان الحارث بن هشام سأل رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: يا رسول اللّٰه كيف ياتيك الوحى؟ فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم : ياتيني احيانا مثل صلصلة الجرس و هو اشده على فيفصم عنى وقد وعيت عنه ما قال. (بخاری، رقم ۲)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

درج بالا نکات سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ گھنٹی کے بارے میں مسلم کی مذکورہ روایتوں سے موسیقی کی حرمت کا مفہوم اخذ کرنا درست نہیں ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس شناعت کا کیا محل ہے جو گھنٹی کے حوالے سے ان روایتوں سے واضح ہوتی ہے؟ ہمارے نزدیک یہ ممانعت درحقیقت ان قافلوں کے حوالے سے ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی میں مختلف مقاصد کے تحت سفروں پر نکلتے تھے۔اس زمانے میں مسلمان پورے عرب سے برسر جنگ تھے۔ ان کے اطراف میں مشرکین، یہود اور منافقین پھیلے ہوئے تھے۔ وہ ہر وقت اس تاک میں رہتے تھے کہ مسلمانوں کو کسی نہ کسی طرح زک پہنچائی جائے۔جنگی قافلے کے لیے یہ صورت حال اور بھی نازک ہوتی تھی۔اس تناظر میں غالب امکان یہ ہے کہ رات کے اوقات میں کسی جنگی کارروائی کو خفیہ رکھنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چیزوں سے منع فرمایا ہوگا جو دشمن کو متوجہ کرنے کا باعث بن سکیں۔کتوں کا شوروغل اور جانوروں کی گھنٹیوں کی آوازیں دشمن کو باخبر کرنے کی صورت پیدا کرسکتی ہیں۔چنانچہ آپ نے کتوں کو ہم راہ نہ رکھنے[۵۶] اور گھنٹیوں کو اتارنے کا حکم ارشاد فرمایا۔بعض روایتوں میں گھنٹی کی کراہت اسی پہلو سے معلوم ہوتی ہے:

عن عائشہ ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم امر بالاجراس ان تقطع من اعناق الابل یوم بدر. (احمد بن حنبل، رقم ۲۵۲۰۷)	''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے دن یہ حکم دیا کہ اونٹوں کے گلوں سے گھنٹیاں کاٹ دی جائیں۔''
عن معمر قال بلغنی ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم نهی ان	''معمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کو گھنٹیاں

''ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کہ حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یارسول اللہ آپ پر وحی کیسے آتی ہے؟ آپ نے فرمایا: کبھی تو ایسے آتی ہے جیسے گھنٹی کی جھنکار ہو اور وحی کی یہ صورت مجھ پر سب سے زیادہ گراں گزرتی ہے۔ پھر جب فرشتے کا کہا مجھے یاد ہو جاتا ہے تو یہ موقوف ہو جاتی ہے۔''

۵۶؎ بعض روایتوں میں کتوں کو مارنے کا حکم بھی غالباً اسی پہلو سے ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

تجعل الجلاجل على الخيل.

"باندھنے سے منع فرمایا۔"

(عبدالرزاق، رقم ۱۹۷۰۰)

عن عبد الاعلى بن عامر الاسلمي قال سمعت مكحولا يقول ان الملائكة تمسح دواب الغزاة الا دابة عليها جرس.

"عبدالاعلی بن عامرالاسلمی مکحول سے روایت کرتے ہیں: فرشتے غازیوں کے جانوروں پر ہاتھ پھیرتے ہیں، سوائے ان جانوروں کے جن کے گلے میں گھنٹی ہو۔"

(ابن ابی شیبہ، رقم ۳۲۵۹۸)

ہمارے نزدیک درج بالا روایت کی یہی تاویل زیادہ قرین قیاس ہے۔ صاحب "لسان العرب" نے 'جرس' کا مفہوم بیان کرتے ہوئے مذکورہ روایت نقل کی ہے اور اس کی یہی تاویل اختیار کی ہے:

والجرس: الذي يضرب به. وروى عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال: لا تصحب الملائكة رفقة فيها جرس. هو الجلجل الذي يعلق على الدواب. قيل: انما كرهه لانه يدل على اصحابه بصوته، وكان عليه السلام يحب ان لا يعلم العدو به حتى ياتيهم فجاة.

(۳۶/۶)

"گھنٹی وہ ہے جسے بجایا جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس قافلے میں گھنٹی ہو فرشتے اس کے ہم راہ نہیں ہوتے۔ یہ جلجل (چھوٹی گھنٹی) ہے جسے جانوروں کے گلے میں باندھا جاتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے ناپسند فرماتے تھے، کیونکہ یہ اپنی آواز کے ذریعے سے آپ کے ساتھیوں کا پتا دیتی تھی اور آپ یہ پسند فرماتے تھے کہ دشمن ان کے بارے میں بے خبر رہیں، یہاں تک کہ وہ اچانک ان کے پاس پہنچ جائیں۔[۵۷]"

---

۵۷ گھنٹی اور کتے سے کراہت کی مذکورہ روایتوں کی اس کے علاوہ دو مزید توجیہات بھی ہو سکتی ہیں:

ایک یہ کہ یہ حکم حدود حرم سے متعلق ہے۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ گھنٹیوں اور کتوں کی آوازیں حج وعمرہ کے مراسم عبودیت میں خلل انداز ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج وعمرہ کے مقصد سے آنے والے

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اس موضوع کی احادیث و آثار کی تاویل امام سرخسی نے بھی اسی پہلو سے کی ہے۔ ''شرح السیر الکبیر'' میں لکھتے ہیں:

وتاویل هذه الآثار عندنا انه کره اتخاذ الجرس للغزاة فی دار الحرب فانهم اذا قصدوا ان یبیتوا العدو علم بهم العدو بصوت الجرس فیبدرون بهم فاذا کانوا سریة علم بهم العدو فاتوهم فقتلوهم فالجرس فی هذه الحالة یدل المشرکین علی المسلمین فهو مکروه. (۱/۸۷۔۸۸)

''ہمارے نزدیک ان روایات کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دارالحرب میں مجاہدین کے لیے گھنٹی کے استعمال کو ناپسند فرمایا، کیونکہ اگر مجاہدین دشمن پر شب خون مارنا چاہتے ہیں تو گھنٹی کی آواز سے دشمن چوکنا ہو جائے گا اور مجاہدین پر پیشگی حملہ کر دے گا اور اگر لشکر جا رہا ہو تو دشمن گھنٹی کی آواز سے ان کا پتا چلا کر ان پر حملہ آور ہو گا اور انھیں قتل کر دے گا۔ تو چونکہ اس صورت حال میں گھنٹی مشرکین کو مسلمانوں کے بارے میں باخبر کر دیتی ہے، اس لیے اس کا استعمال ناپسندیدہ ہے۔''

قافلوں میں ان کے شمول کو پسند نہیں فرمایا۔

دوسرے یہ کہ اس سے مخصوص گھنٹیاں مراد ہیں جو مشرکانہ رسوم میں استعمال ہوتی تھیں اور کتوں کی بھی بعض اقسام ایسی تھیں جن کی عرب کے نواح میں پرستش کی جاتی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اسی مشرکانہ پہلو کے پیش نظر ان کی ممانعت فرمائی۔ مولانا عبدالماجد دریابادی ''حیوانات قرآنی'' میں لکھتے ہیں:

''قدیم اہل مصر، اہل حبشہ اور اہل شام کتے کی پرستش کرتے تھے۔'' (۱۷۳)

یہاں یہ بھی واضح رہے کہ 'الجرس مزامیر الشیطان' (گھنٹی شیطان کا ساز ہے) کے الفاظ میں لفظ مزامیر کی بنیاد پر 'جرس' کو من جملۂ مزامیر تصور کرنا درست نہیں ہے۔ مولانا مفتی محمد شفیع کی کتاب ''اسلام اور موسیقی'' میں حاشیہ نگار نے ان سے یہی مفہوم اخذ کیا ہے:

''جرس اس گھنٹی کو کہا جاتا ہے جو عموماً اونٹ وغیرہ کے گلے میں باندھی جاتی ہے۔ احادیث میں اس کے استعمال کی ممانعت آئی ہے اور مذکورہ حدیث میں اس کے لیے 'مزامیر الشیطان' کے الفاظ استعمال کیے

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

[۲]

عـن عـائشة قـالـت بينما هى عندها إذا دخل عليها بجارية و عليها جـلاجـل يـصـوتن فقالت لا تدخلنها على الا ان تقطعوا جلاجلها وقالت سمعت رسول اللّٰه يقول لا تدخل الملائكة بيتا فيه جرس.

(ابوداؤد، رقم ۴۲۳۱)

گئے ہیں۔ جس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ اس کا استعمال بھی آلۂ موسیقی کے طور پر کیا جاتا ہے اور اس کی آواز بھی اپنے اندر حسن، جاذبیت اور غفلت پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔'' (۱۵۸)

ہمارے نزدیک ان الفاظ کی بنا پر جرس کو مزامیر کے زمرے میں داخل نہیں کیا جا سکتا۔ یہ زبان کا عام اسلوب ہے۔ کسی چیز کے اوصاف کو نہایت درجہ بیان کرنے کے لیے تمثیل وتشبیہ اور مبالغے کے اسالیب اختیار کیے جاتے ہیں۔ روایات میں اس طرح کی متعدد مثالیں مل سکتی ہیں۔ ذیل کی روایت میں حمام کو شیطان کا گھر، بازار کو اس کی مجلس، شعر کو اس کا قرآن اور عورتوں کو اس کا جال کہا گیا ہے۔ حالانکہ حقیقت کے اعتبار سے نہ حمام گھر ہے، نہ بازار مجلس ہے، نہ شعر قرآن ہے اور نہ عورتیں جال ہیں:

عـن ابـى امـامة رضـى الـلّٰـه عـنه ان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال ان ابـلـيـس لـمـا نـزل الى الارض قال يا رب انزلتنى الى الارض وجعلنى رجيما أو كـمـا ذكـر فـاجـعـل لى بيتا قال بيتك الحمام قال فاجعل لى مجلسا قال الاسـواق و مجامع الطريق قال اجعل لي طعاما قال طعامك مالم يذكر اسم الـلّٰه عليه قال اجعل لى شرابا قال كل مسكرقال اجعل لى مؤذنا قال المزامير قـال اجـعـل لى قرآنا قال الشعر قال اجعل لى كتاباً قال الوسم قال اجعل لى حديثا قال الكذب قال اجعل لى مصائد قال النساء. (المعجم الكبير، رقم ۷۸۳۷)

''ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ابلیس زمین پر اترنے لگا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے کہا: پروردگار تو مجھے راندۂ درگاہ قرار دے کر زمین پر بھیج رہا ہے، میرے لیے کوئی گھر بھی بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیرا گھر حمام ہے۔ اس نے کہا: میرے لیے کوئی

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک لونڈی میرے پاس لائی گئی۔ اس کے پاؤں میں جھنکار والے گھنگرو بندھے ہوئے تھے۔ سیدہ نے کہا: گھنگرو کاٹے بغیر اسے میرے پاس مت لاؤ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس گھر میں گھنٹی ہو، وہاں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔“[۵۸]

اس روایت میں حسب ذیل باتیں بیان ہوئی ہیں:

- سیدہ عائشہ کے پاس ایک ایسی لونڈی لائی گئی جس کے پاؤں میں گھنگرو تھے۔
- انھوں نے فرمایا: گھنگرو کاٹے بغیر اسے میرے پاس مت لاؤ۔
- دلیل کے طور پر انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بیان فرمایا: ”جس گھر میں گھنٹی ہو، وہاں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔“

اس روایت کے دو اجزا ہیں۔ پہلا جز سیدہ عائشہ کی طرف سے گھونگرو اتارنے کا حکم ہے، اس بنا پر اس کی حیثیت اثر کی ہے۔ دوسرا جز سیدہ ہی کی سند سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے اور اس بنا پر اس کی حیثیت حدیث کی ہے۔

پہلے جز کے حوالے سے یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ سیدہ کا گھنگرو اتارنے کا حکم دینا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمان سے استنباط ہے۔ یعنی ایسا نہیں ہے کہ کسی لونڈی کے پاؤں میں گھنگرو دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اتارنے کا حکم دیا ہو اور اس موقع پر یہ فرمایا ہو کہ جس گھر میں گھنٹی ہو، وہاں فرشتے

مجلس بنا دے۔ اللہ نے فرمایا: بازار اور راستے (تیری مجلس ہیں)۔ اس نے کہا: میرے لیے کھانا بھی مقرر فرما دے۔ فرمایا: تیرا کھانا ہر وہ چیز ہے جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے۔ اس نے کہا: میرے پینے کی لیے بھی کوئی چیز بنا دے۔ فرمایا: ہر نشہ آور چیز (تیرا مشروب ہے)۔ اس نے کہا: میرے لیے کوئی اطلاع دہندہ بھی مقرر کر دے۔ اللہ نے فرمایا: مزامیر تیرے (اطلاع دہندہ) ہیں۔ اس نے کہا میرے لیے پڑھنے کی کوئی چیز بنا دے۔ فرمایا: تیرے پڑھنے کی چیز شعر ہیں۔ اس نے کہا: مجھے کچھ لکھنے کے لیے بھی دے دے۔ فرمایا: گودنا (تیری لکھائی ہے)۔ اس نے کہا: میرے لیے کلام بھی مقرر فرما دے۔ فرمایا: جھوٹ (تیرا کلام ہے)۔ اس نے کہا: میرے لیے جال بھی بنا دے۔ اللہ نے فرمایا: عورتیں (تیرا جال ہیں)۔“

۵۸؎ اس روایت کو محدثین نے ’حسن‘ قرار دیا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

داخل نہیں ہوتے، بلکہ یہ اقدام سیدہ عائشہ نے کیا ہے اور اس کی دلیل کے طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ ارشاد بیان کیا ہے۔

روایت کا دوسرا جز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر مبنی ہے: ''جس گھر میں گھنٹی ہو، وہاں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔''

اوپر گھنٹی ہی کی روایات کے بارے میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ گھنٹی کی کراہت کا بیان کسی خاص موقع یا اس کے استعمال کی کسی خاص صورت کے حوالے سے ہے[59]۔ اب سوال یہ باقی رہتا ہے کہ اگر یہ ارشاد عام نہیں ہے تو پھر اس کی تخصیص کس پہلو سے ہے۔ اس ضمن میں ہمارے نزدیک یہ بات بھی محل غور ہو سکتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اور سیدہ عائشہ کے اقدام کو دو الگ الگ واقعات کے طور پر لیا جائے اور ان کے یک جا ہونے کو راوی کے سہو پر محمول کیا جائے۔ اس صورت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب جملے کو عربوں کے مشرکانہ مراسم میں گھنٹی کے استعمال کے تناظر میں دیکھا جا سکتا اور انھی باتوں میں شمار کیا جا سکتا ہے جو شرک کی شناعت کے حوالے سے آپ نے ارشاد فرمائیں۔ گھنگرو کاٹ دینے کے حکم کے بارے میں یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ انھیں چونکہ پیشہ ور مغنیات استعمال کرتی تھیں، اس لیے سیدہ نے ان سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ اس موضوع کی دوسری روایتیں مذکورہ روایت کو اسی زاویے سے سمجھنے کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ چنانچہ مصنف عبد الرزاق میں یہی واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جملے کے بغیر نقل ہوا ہے:

یحدث هشام بن عروة قال دخلت جارية على عائشة وفي رجلها جلاجل في الخلخال فقالت عائشة اخرجوا عني مفرقة الملائكة. (عبدالرزاق، رقم ۱۹۶۹۹)	''ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک لونڈی آئی۔ اس کے پاؤں کی پازیب میں گھنگرو لگے ہوئے تھے۔ سیدہ عائشہ نے فرمایا: اس فرشتوں کو ہٹانے والی کو مجھ سے دور کرو[60]۔''

۵۹؎ اگر ہم اسے خاص تصور نہیں کرتے تو مذکورہ روایت ان روایتوں سے متناقض ٹھہرتی ہے جن میں نزول وحی کے حوالے سے گھنٹی کا ذکر مثبت انداز سے ہوا ہے۔

۶۰؎ اس روایت کی بنا پر اس امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا کہ اصل روایت یہی ہو اور 'جلجل' اور 'جرس' کے باہم

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

طبل کی حرمت

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنه ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: ان اللّٰہ حرم علی او حرم الخمر والمیسر والکوبة وکل مسکر حرام. (ابوداؤد، رقم ۳۶۹۶)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے شراب، جوئے اور کوبہ کو حرام ٹھہرایا ہے۔ اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے[۶۱]۔''

اس روایت میں حسب ذیل باتیں بیان ہوئی ہیں:

- o اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام ٹھہرایا ہے۔
- o اللہ تعالیٰ نے جوئے کو حرام قرار دیا ہے۔
- o اللہ تعالیٰ نے کوبہ کو حرام قرار دیا ہے۔
- o ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

شراب اور جوئے کی حرمت کے بارے میں قرآن مجید بالکل صریح ہے[۶۲]۔

جہاں تک کوبہ کا تعلق ہے تو لغات میں اس کے حسب ذیل معنی نقل ہوئے ہیں:

۱۔ طبل یا بربط

۲۔ نرد[۶۳]

صاحب ''لسان العرب'' نے لکھا ہے:

مترادف ہونے کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کسی دوسرے موقع کا ارشاد یہاں راویوں سے سہواً نقل ہو گیا ہو۔

۶۱؎ محدثین نے اس روایت کو 'صحیح' قرار دیا ہے۔ اس روایت کے لفظ 'کوبہ' کا معنی 'طبل' بیان کیا جاتا ہے اور اسی بنا پر اس سے موسیقی کی حرمت کے بارے میں استدلال کیا جاتا ہے۔

۶۲؎ المائدہ ۵: ۹۰۔

۶۳؎ یہ ایک کھیل ہے جو عام طور پر جوا کھیلنے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

الكوبة: الطبل و النرد ، وفی الصحاح : الطبل الصغير المخصر. قال ابو عبيد : اما الكوبة ، فان محمد بن كثير اخبرني ان الكوبة النرد فی كلام اهل اليمن ؛ وقال غيره، الكوبة: الطبل . و فی الحديث: ان الله حرم الخمر و الكوبة. قال ابن الاثير : هی النرد ؛ وقيل : الطبل ؛ وقيل : البربط. (۷۲۹/۱)	''کوبہ کے معنی طبل اور نرد کے ہیں۔ صحاح میں اس کے معنی ہیں: چھوٹا اور باریک کمر والا طبل۔ ابو عبید کا کہنا ہے کہ محمد بن کثیر نے مجھے بتایا ہے کہ اہل یمن کے ہاں کوبہ سے مراد نرد ہے۔ اس کے علاوہ (دوسرے لوگوں) نے اسے طبل کہا ہے۔ حدیث میں ہے: اللہ نے شراب اور طبل حرام ٹھہرائے ہیں۔ ابن اثیر نے کہا ہے کہ اس سے مراد نرد ہے اور اسے طبل اور بربط بھی کہا گیا ہے۔''

بعض روایتوں میں بھی راویوں نے کوبہ کے یہ دونوں معنی نقل کیے ہیں:

اما الكوبة يعني المذكورة في خبر آخر مرفوع فان محمد بن كثير اخبرني ان الكوبة النرد في كلام اهل اليمن وقال غيره الطبل. (سنن البیہقی الکبری، رقم ۲۰۷۹۰)	''جہاں تک لفظ کوبہ کا تعلق ہے جس کا ذکر پیچھے مرفوع روایت میں ہوا ہے تو اس کے بارے میں محمد بن کثیر نے مجھے بتایا ہے کہ کوبہ کو اہل یمن نرد کہتے ہیں اور باقی لوگوں نے اسے طبل کہا ہے۔''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اس سے واضح ہے کہ کوبہ کا لفظ طبل اور نرد کے دو معنوں کے لیے مستعمل ہے۔ عام طور پر اس سے طبل ہی مراد لیا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ معنی لائق ترجیح نہیں ہیں۔ عقل و نقل کے قرائن کی رو سے نرد کا مفہوم زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔

اس پہلو سے دیکھا جائے تو یہ روایت قرآن مجید کی ان آیات کی شرح ہے جو شراب اور جوئے کی حرمت بیان کرتی ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہاں کوبہ کا لفظ 'الخمر و الميسر' کے الفاظ سے متصل ہو کر آیا ہے۔ قرآن مجید میں میسر (جوا) کا ذکر جہاں بھی آیا ہے خمر (شراب) کے ساتھ آیا ہے[۶۴]۔ سورۂ مائدہ

---

[۶۴] البقرہ ۲: ۲۱۹۔ المائدہ ۵: ۹۱۔

میں ارشاد فرمایا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ. (۵:۹۰)	''ایمان والو، یہ شراب اور جوا اور تھان اور قسمت کے تیر، سب گندے شیطانی کام ہیں، اس لیے ان سے الگ رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عربوں کے ہاں شراب اور جوا لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے تھے۔ استاذ گرامی جناب جاوید احمد غامدی لکھتے ہیں:

''جوئے کے بارے میں ایک دل چسپ حقیقت یہ بھی ہے کہ اسلام سے پہلے کے عرب معاشرے میں یہ امیروں کی طرف سے فیاضی کے اظہار کا ایک طریقہ اور غریبوں کی مدد کا ایک ذریعہ بھی تھا۔ ان کے حوصلہ مند لوگوں میں یہ روایت تھی کہ جب سرما کا موسم آتا، شمال کی ٹھنڈی ہوائیں چلتیں اور ملک میں قحط کی سی حالت پیدا ہو جاتی تو وہ مختلف جگہوں پر اکٹھے ہوتے، شراب کے جام لنڈھاتے اور سرور و مستی کے عالم میں کسی کا اونٹ یا اونٹنی پکڑتے اور اسے ذبح کر دیتے۔ پھر اس کا مالک جو کچھ اس کی قیمت مانگتا، اسے دے دیتے اور اس کے گوشت پر جوا کھیلتے۔ اس طرح کے موقعوں پر غربا و فقرا پہلے سے جمع ہو جاتے تھے اور ان جوا کھیلنے والوں میں سے ہر شخص جتنا گوشت جیتتا جاتا، ان میں لٹاتا جاتا۔ عرب جاہلی میں یہ بڑی عزت کی چیز تھی اور جو لوگ اس قسم کی تقریبات منعقد کرتے یا ان میں شامل ہوتے، وہ بڑے فیاض سمجھے جاتے تھے اور شاعر ان کے جود و کرم کی داستانیں اپنے قصیدوں میں بیان کرتے تھے۔ اس کے برعکس جو لوگ ان تقریبات سے الگ رہتے، انھیں 'برم' کہا جاتا تھا جس کے معنی عربی زبان میں بخیل کے ہیں۔'' (میزان ۱۵۱)

جوئے کی جو صورتیں روایات سے معلوم ہوتی ہیں، ان میں نرد کا کھیل نمایاں ہے۔ بعض روایتوں میں نرد کو جوئے ہی کی ایک شکل کے طور پر بیان کیا گیا ہے:

عن زبید بن الصلت انه سمع عثمان بن عفان رضی اللّٰه عنه	''زبید بن صلت سے روایت ہے: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے منبر پر یہ اعلان کیا: لوگو، جوئے

وھو علی المنبر یقول یا أیھا الناس ایاکم والمیسر یرید النرد فانھا قد ذکرت لی انھا فی بیوت ناس منکم فمن کانت فی بیتہ فلیحرقھا اوفلیکسرھا قال عثمان رضی اللّٰہ عنہ مرۃ اخری وھو علی المنبر یا ایھا الناس انی قد کلمتکم فی ھذا النرد ولم ارکم اخرجتموھا ولقد ھممت ان آمر بحزم الحطب ثم ارسل الی بیوت الذین ھی فی بیوتھم فاحرقھا علیھم.

(سنن البیہقی الکبریٰ، رقم ۲۰۷۴۵)

سے بچو۔ اس سے ان کی مراد نرد تھی، اس کے بارے میں مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ تم میں سے بعض لوگوں کے گھروں میں ہے۔ جس کے گھر میں وہ موجود ہے، اسے چاہیے کہ اسے جلا دے یا توڑ ڈالے۔ اس کے بعد حضرت عثمان نے دوبارہ منبر پر چڑھ کر اعلان کیا: لوگو، میں نے تم سے نرد کے بارے میں بات کی تھی۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے ابھی تک اسے اپنے گھروں سے نہیں نکالا۔ اب میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں لکڑیوں کے گٹھے ان لوگوں کے گھروں میں بھیجوں گا جن کے گھر میں یہ (نرد) ہے اور پھر حکم دوں گا کہ گھروں کو جلا دیا جائے۔‘‘

عن نافع ان عبد اللّٰہ بن عمر کان یقول النرد ھی المیسر.

(سنن البیہقی الکبریٰ، رقم ۲۰۷۴۶)

’’نافع سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نرد کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ یہ جوا ہے۔‘‘

عن جعفر عن ابیہ قال قال علی النرد او شطرنج من المیسر.

(ابن ابی شیبہ، رقم ۲۶۱۵۰)

’’جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نرد یا شطرنج جوئے میں سے ہے۔‘‘

ان روایتوں سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ نرد کا کھیل جوئے کے ساتھ مخصوص ہو چکا تھا۔ اسی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نرد کھیلنے کو اللہ کی نافرمانی سے تعبیر کیا:

عن ابی موسیٰ الاشعری ان رسول اللّٰہ قال من لعب بالنرد

’’ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو نرد سے

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

فقد عصى اللّٰہ ورسولہ. کھیلا، اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔‘‘ (ابوداؤد، رقم ۴۹۳۸)

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مذکورہ روایت میں کوبہ سے نرد مراد لینا زیادہ قرین قیاس ہے۔ اس کی حرمت کا سبب اس کا جوئے کے لیے استعمال ہونا ہے۔

اس قوی رجحان کے باوجود اس امکان کی تردید نہیں کی جا سکتی کہ یہاں کوبہ سے مراد طبل ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شراب اور جوئے کی انھی مجالس میں کیف و سرور کو بڑھانے کے لیے مغنیات اور ان کے ساتھ دف، طبل اور دیگر آلات موسیقی بھی فراہم رہتے تھے۔ تاہم اس امکان کو ماننے کے باوجود ہمارے اصل استدلال میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا، کیونکہ اگر دف کا جواز موجود ہے جو طبل ہی کی طرح بجانے کا آلۂ موسیقی ہے تو طبل کو علی الاطلاق حرام قرار نہیں دیا جا سکتا، البتہ یہ عین ممکن ہے کہ اس کے جوئے اور شراب کی مجالس کے ساتھ معروف ہونے کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت کا حکم ارشاد فرمایا ہو۔[۶۵]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

بانسری کی حرمت

عن نافع قال سمع ابن عمر مزمارا فوضع اصبعیه علی اذنیه و نای عن الطریق وقال لی: یا نافع هل تسمع شیا؟ قال فقلت: لا . قال فوضع اصبعیه من اذنیه . وقال: کنت مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فسمع مثل هذا فصنع مثل هذا. (ابوداؤد، رقم ۴۹۲۴)

۶۵؎ ایک روایت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ سلم نے کوبہ کا ذکر دف اور مزامیر کے ساتھ کیا ہے:

عن ابن عباس ان النبی حرم ستة الخمر والمیسر والمعازف والمزامیر والدف والکوبة. (المعجم الاوسط، رقم ۷۳۸۸)

’’ابن عباس سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ چیزیں حرام ٹھہرائی ہیں: شراب، جوا، باجے، مزامیر، دف اور کوبہ۔‘‘

اس روایت میں کوبہ کا ذکر چونکہ دیگر آلات موسیقی کے ساتھ آیا ہے، اس لیے یہاں اس سے نرد کے بجائے طبل مراد لینا زیادہ موزوں ہے۔

''حضرت نافع بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے (سر راہ) بانسری کی آواز سنی تو اپنے کانوں پر انگلیاں رکھ لیں اور راستے سے دور ہو گئے۔ پھر انھوں نے مجھ سے پوچھا: نافع تمھیں کوئی آواز آ رہی ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ انھوں نے اپنے کانوں سے انگلیاں اٹھا لیں۔ پھر انھوں نے کہا: ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم راہ تھا تو آپ نے بانسری کی آواز سن کر ایسا ہی کیا تھا۔[۶۶]''

اس روایت میں حسب ذیل باتیں بیان ہوئی ہیں:

- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے راہ چلتے ہوئے بانسری کی آواز سن کر کان بند کر لیے۔
- اس کے ساتھ انھوں نے راستہ بھی تبدیل کر لیا۔
- حضرت نافع بانسری کی آواز سنتے رہے۔
- ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کانوں سے ہاتھ اس وقت تک نہیں اٹھائے، جب تک حضرت نافع نے انھیں بانسری کی آواز بند ہونے سے باخبر نہیں کر دیا۔
- اس موقع پر انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اپنا مشاہدہ بیان کیا کہ حضور نے بھی

۶۶؎ اس روایت کو ابوداؤد نے منکر قرار دیا ہے۔ یہ بات روایت کے اختتام پر ان الفاظ میں درج ہے:

قال ابو علی اللولوی سمعت اباداؤد یقول هذا حدیث منکر.

''ابوعلی اللولوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوداؤد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ حدیث منکر ہے۔''

علامہ ناصر الدین البانی کے نزدیک یہ روایت 'صحیح' ہے۔ چنانچہ انھوں نے اسے اپنی کتاب ''صحیح سنن ابی داؤد'' میں درج کیا ہے۔

ابن ماجہ میں سیدنا ابن عمر ہی سے اسی مضمون کی روایت نقل ہوئی ہے۔ اس میں 'زمارۃ' (بانسری) کے بجائے 'طبل' (ڈھول) کے الفاظ آئے ہیں:

عن مجاهد قال کنت مع بن عمر فسمع صوت طبل فادخل اصبعیه فی اذنیه ثم تنحی حتی فعل ذلك ثلاث مرات ثم قال هکذا فعل رسول الله. (ابن ماجہ، رقم ۱۹۰۱)

''مجاہد بیان کرتے ہیں: میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ہم راہ تھا۔ انھوں نے طبل کی آواز سنی تو اپنی انگلیاں کانوں میں داخل کر لیں۔ پھر وہ وہاں سے ہٹ گئے۔ انھوں نے تین مرتبہ ایسا کیا۔ پھر انھوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی کیا تھا۔''

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

چرواہے کی بانسری کی آواز سن کر ایسا ہی کیا تھا یعنی کانوں پر ہاتھ رکھ لیے تھے۔

اس روایت سے بھی موسیقی کی حرمت پر استدلال کیا جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ استدلال حسب ذیل پہلووں سے محل نظر ہے۔

ایک یہ کہ حضرت ابن عمر نے خود کان بند کر لیے اور اپنے ہم راہی کو کان بند کرنے کے لیے نہیں کہا۔ صحابی رسول سے اس بات کی توقع محال ہے کہ وہ حرمت کے درجے کی چیز سے خود تو محفوظ ہو جائیں اور اپنے ساتھی کو اس کی ترغیب نہ دیں۔

دوسرے یہ کہ انھوں نے نہ صرف حضرت نافع کو اس کی ترغیب نہیں دی، بلکہ عملاً انھیں اس کام پر مامور کر دیا کہ وہ بانسری کی آواز سنتے رہیں اور بند ہونے پر انھیں اس سے آگاہ کریں۔

تیسرے یہ کہ سیدنا ابن عمر نے اس موقع پر بانسری کی حرمت یا کراہت کے حوالے سے کوئی الفاظ نہیں کہے۔

چوتھے یہ کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اپنا ایک مشاہدہ نقل کیا ہے۔ اس ضمن میں آپ کے حوالے سے نہ کراہت کا تاثر بیان کیا ہے اور نہ حرمت یا شناعت کا کوئی جملہ ہی آپ سے منسوب کیا ہے۔

چنانچہ اس روایت کی بنا پر اس امکان کا اظہار تو کیا جا سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کی پیروی میں حضرت ابن عمر نے اظہار کراہت ہی کے لیے کانوں پر ہاتھ رکھے ہوں گے، لیکن اس سے حرمت کا یقینی حکم اخذ کرنا روایت کے اسلوب بیان اور الفاظ سے تجاوز ہے۔

بانسری کی آواز سن کر کانوں پر ہاتھ رکھنے کی ممکنہ وجوہ حسب ذیل ہو سکتی ہیں:

۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ذاتی طور پر بانسری ناپسند تھی[۶۷]۔

۲۔ اس کی آواز اس قدر قریب سے آئی کہ آپ کو الجھن محسوس ہوئی۔

۳۔ بجانے والے نے اسے بے ہنگم طریقے سے بجایا۔

۴۔ اس نے کوئی ایسی دھن اختیار کی جو شرک کے حوالے سے معروف تھی۔

۶۷؎ گویا اس کا تعلق آپ کی ذاتی پسند و ناپسند سے تھا، نہ کہ حکم شرعی سے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۵۔اس نے کوئی ایسی دھن اختیار کی جو فحش علائق رکھتی تھی۔

۶۔نبی کریم اس وقت کسی بات پر غور فرما رہے تھے۔

۷۔آپ عبادت میں مشغول تھے۔

۸۔آپ پر اس وقت وحی نازل ہو رہی تھی۔

۹۔آپ بانسری کی آواز کو شرعی طور پر مکروہ سمجھتے تھے۔

۱۰۔آپ اسے شرعی طور پر علی الاطلاق حرام سمجھتے تھے۔

۱۱۔آپ اس کی بعض مخصوص صورتوں کو حرام سمجھتے تھے۔

اس تفصیل سے فقط یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ چونکہ اس روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی نہ علت بیان ہوئی ہے اور نہ حرمت کے الفاظ نقل ہوئے ہیں، اس لیے اس سے حرمت کا یقینی مفہوم اخذ کرنا قطعاً درست نہیں ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

ضعیف روایات

ضعیف روایات حسب ذیل ہیں:

مزامیر کو مٹانے کا حکم

عن ابی امامة عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم: قال ان اللّٰہ عز وجل بعثنی رحمة وھدی للعالمین وامرنی ان امحق المزامیر والکفارات یعنی البرابط والمعازف والاوثان التی کانت تعبد فی الجاهلیة وأقسم ربی عزوجل بعزته لا یشرب عبد من عبیدی جرعة من خمر ... ولا یحل بیعھن ولا شراؤھن ولا تعلیمھن ولا تجارة فیھن واثمانھن حرام للمغنیات. (احمد بن حنبل، رقم ۲۲۲۷۲)

''ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے

دونوں جہانوں کے لیے رحمت اور ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور مجھے مزامیر اور کفارات یعنی بربط اور باجوں اوران بتوں کو مٹانے کا حکم دیا ہے جن کی زمانۂ جاہلیت میں پرستش کی جاتی تھی ۔اور میرے پروردگار نے اپنی عزت کی قسم کھائی ہے کہ میرے بندوں میں سے کوئی شراب کا ایک گھونٹ بھی نہیں پیتا، ... گانے والیوں کی خرید وفروخت، تعلیم، نفع اور تجارت حلال نہیں ہے ۔''

اس روایت میں حسب ذیل باتیں بیان ہوئی ہیں:

- اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ چیزیں ختم کرنے کا حکم دیا:

  مزامیر و کفارات یعنی آلات موسیقی

  بت

  جاہلیت کے کام

- اللہ کا بندہ شراب کا ایک گھونٹ بھی نہیں پیتا۔
- گانے والیوں کی خرید وفروخت، مخصوص تربیت، ان کی اجرت اور تجارت حرام ہے۔

محدثین نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ابن حجر کے مطابق محدثین نے اس کے ایک راوی علی بن یزید کو ضعیف کہا ہے:

قال یعقوب علي بن یزید واھی الحدیث کثیر المنکرات. (تہذیب التہذیب ۵/۵۴۷)	''یعقوب نے کہا ہے کہ علی بن یزید کی حدیث نا قابل اعتبار ہے، وہ اکثر منکر حدیثیں بیان کرتا ہے ۔''

امام بخاری، ترمذی اور نسائی نے بھی اسے ضعیف اور غیر ثقہ قرار دیا ہے۔[۶۸]

ابن حجر کہتے ہیں: ''یہ روایت ضعیف ہے۔''[۶۹]

اس کے ایک اور راوی فرج بن فضالہ کو بھی محدثین نے ضعیف کہا ہے:

قال ابن خیثمة عن ابن معین ضعیف الحدیث. (تہذیب التہذیب ۶/۳۸۵)	''ابن خیثمہ نے ابن معین کا قول بیان کیا کہ وہ اسے ضعیف الحدیث کہتے ہیں ۔''

۶۸؎ تہذیب التہذیب ۵/۵۴۷۔

۶۹؎ کف الرعاع، بحوالہ موسیقی کی شرعی حیثیت ۱۵۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

قال البخاری و مسلم منکر الحدیث .و قال النسائی: ضعیف. (تہذیب التہذیب ۳۸۵/۶)	''بخاری و مسلم نے اسے منکر الحدیث کہا ہے۔ نسائی نے کہا ہے کہ وہ ضعیف ہے۔''

اس کے ایک راوی عبید اللہ بن زجر محدثین کے نزدیک منکر الحدیث ہیں۔ نیل الاوطار میں ہے:

قال ابو مسہر انه صاحب کل معضلة وقال بن معین ضعیف وقال مرة لیس بشی و قال ابن المدینی منکر الحدیث وقال الدار قطنی لیس بالقوی وقال ابن حبان روی موضوعات عن الاثبات و اذا روی عن علی بن یزید اتی بالطامات. (۹۹/۸۔۱۰۰)	''ابو مسہر نے کہا ہے کہ ہر قسم کی پیچیدگیاں اور مشکلات اس کی روایتوں میں پائی جاتی ہیں۔ ابن معین نے کہا ہے کہ وہ ضعیف ہے اور ایک مرتبہ کہا کہ وہ کوئی چیز نہیں۔ ابن المدینی اسے منکر الحدیث کہتے ہیں۔ دار قطنی نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں اور ابن حبان نے کہا ہے کہ وہ ثقہ آدمیوں کا نام لے کر موضوع[۷۰] حدیثیں روایت کرتا تھا اور جب وہ علی بن یزید سے روایت کرتا تھا تو وہ اور زیادہ موضوع ہوتی تھیں۔''

ابن حزم نے اس کے ایک راوی قاسم کو ضعیف قرار دیا ہے[۷۱]۔

اس تفصیل سے واضح ہے کہ اس روایت سے استدلال کسی لحاظ سے موزوں نہیں ہے، تاہم جہاں تک اس کے معنی و مفہوم کا تعلق ہے تو ہمارے نزدیک شراب اور مغنیہ لونڈیوں کے ذکر کی وجہ سے اس میں وہی مفہوم نمایاں ہوتا ہے جو ترمذی کی روایت 'لا تبیعوا القینات' کے ذیل میں ہم آگے بیان کر رہے ہیں۔ یعنی یہاں مجرد طور پر آلات موسیقی کی شناعت بیان نہیں ہوئی، بلکہ یہ شراب نوشی اور فحاشی کے ساتھ مرکب ہے۔

مغنیات کی خرید و فروخت سے ممانعت

عن ابی امامة عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و سلم قال لا تبیعوا

۷۰ے وہ حدیث جسے ازخود گھڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کیا جائے۔

۷۱ے المحلی ۵۹/۹۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

القینات ولا تشتروھن ولاتعلموھن ولاخیر فی تجارة فیھن و ثمنھن حرام. (ترمذی، رقم ۱۲۸۲)

''ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مغنیات کی خرید و فروخت نہ کرو اور نہ انھیں (موسیقی کی) تربیت دو۔ ان کی تجارت میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ ان کی قیمت لینا حرام ہے۔''

اس روایت میں حسب ذیل باتیں بیان ہوئی ہیں:

- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مغنیات کی خرید وفروخت سے منع فرمایا۔
- آپ نے انھیں موسیقی کی تربیت دینے سے منع فرمایا۔
- آپ نے ان کی کمائی کو حرام قرار دیا۔

اس کے علاوہ یہ روایت احمد، بیہقی، ابن ماجہ اور طبرانی نے بھی نقل کی ہے۔ محدثین نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ امام ترمذی نے اسی روایت کے تحت اس کے ایک راوی علی بن یزید کو ضعیف قرار دیا ہے۔ امام بخاری نے اسے 'ذاھب' یعنی بھولنے والا کہا ہے[2]۔ ابن حزم نے اس کے راوی اسماعیل بن عیاش کو متروک اور علی بن یزید اور قاسم بن عبدالرحمٰن کو ضعیف قرار دیا ہے[3]۔

علامہ ناصر الدین البانی اس کے ان طرق کو تو ضعیف کے زمرے میں شامل کرتے ہیں جن کی سند میں علی بن یزید موجود ہے، البتہ طبرانی کی معجم الکبیر میں نقل ایک طریق رقم ۷۷۴۹ کو حسن قرار دیتے ہیں۔ اس طریق میں علی بن یزید کے بجائے الولید بن الولید ہے۔ جو ابن ابی حاتم کے قول کے مطابق ثقہ ہے۔ اسی بنا پر انھوں نے ترمذی کی مذکورہ روایت کو اپنی تالیف ''الاحادیث الصحیحہ'' میں شامل کیا ہے[4]۔ ان کی رائے کی روشنی میں اگر اس روایت کو قبول کیا جائے تو اس کے مفہوم کے بارے میں ہمارا نقطۂ نظر یہ ہے کہ یہاں 'قینات' سے مراد وہ لونڈیاں ہیں جنھوں نے موسیقی کو پیشے کے طور پر اختیار کر رکھا تھا۔ 'بیع وشراء' اور 'تجارۃ' کے الفاظ سے واضح ہے کہ اس سے مراد عام آزاد خواتین ہرگز نہیں ہیں۔ اس زمانے کے عرب

---

[2] البانی، سلسلہ احادیث الصحیحہ ۱۰۱۶/۶۔

[3] المحلی ۵۸/۹۔

[4] ۱۰۱۵/۶۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

تمدن کا مطالعہ کیجیے تو معلوم ہوتا ہے کہ لونڈیوں کا گانا، بالعموم شراب اور فحاشی کی مجالس سے منسلک تھا۔ عرب کے عیش پرست لوگ اکثر رقص وسرود اور شراب نوشی کی محفلیں سجائے رکھتے تھے۔ ان مجالس میں قینات رقص پیش کرتی، گانے گاتی اور شراب کے جام لنڈھاتی تھیں۔ گویا ان محفلوں کی نوعیت کم وبیش وہی تھی جو ہندوستانی معاشرت میں طوائفوں کی محفلوں کی رہی ہے۔ ان محفلوں میں ظاہر ہے کہ اس بات کا پورا امکان ہوتا تھا کہ معاملہ ناچ گانے اور شراب سے شروع ہو اور بدکاری تک جا پہنچے۔ بہرحال، اس صورت حال کا نتیجہ یہ تھا کہ قحبہ گری کا پیشہ انھی مغنیہ لونڈیوں سے وابستہ ہو گیا تھا۔ یہ لونڈیاں ان ذرائع سے خود بھی کسب معاش کرتی تھیں اور ان کے مالک بھی انھیں اس مقصد کے لیے استعمال کرتے تھے۔ اس پس منظر کی وجہ سے ہمارے نزدیک مذکورہ روایت میں جن 'قینات' سے روکا گیا ہے، وہ وہی لونڈیاں ہیں جن کا وجود معاشرے میں فواحش کو پھیلانے کا باعث تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے معروف کاموں یا معروف ناموں کے حوالے سے ان کی مذمت فرمائی۔ اس ضمن میں آپ نے ان سے معاملہ کرنے، ان کو مخصوص تربیت دلانے، ان کی تجارت کرنے غرض یہ کہ ان سے متعلق اس نوعیت کے ہر معاملے سے منع فرمایا۔ روایات میں 'ثمن القینة سحت'، 'نھی عن کسب الامة'، 'نھی عن مھر البغی'، 'نھی عن المغنیات، شرائھن وبیعھن'، 'کسب الزانیة حرام' اور 'کسب الزانیة سحت' کے اسالیب یہی مدعا بیان کرتے ہیں:

عن ابی مسعود انصاری رضی اللّٰہ عنه ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم نھی عن ثمن الکلب ومھر البغی وحلوان الکاھن.

(بخاری، رقم ۲۱۲۲)

''ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت، فاحشہ کی خرچی اور نجومی کی اجرت سے منع فرمایا ہے۔''

عن عمر رضی اللّٰہ عنه ان رسول اللّٰہ قال ثمن القینة سحت وغناء ھا حرام والنظر الیھا حرام و ثمنھا مثل ثمن الکلب و ثمن

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ گانے والی کی اجرت حرام ہے اور اس کا گانا اور اس کی طرف دیکھنا بھی حرام ہے۔ اس کی اجرت لینا اسی طرح حرام ہے جس طرح کتے

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

الكلب سحت و من نبت لحمه علی السحت فالنار اولیٰ به.
(المعجم الکبیر، رقم ۸۷)

”...کی قیمت لینا اور جو جسم حرام کمائی سے نشو ونما پاتا ہے، اس کے لیے دوزخ کی آگ زیادہ بہتر ہے۔“

عن رافع بن رفاعة لقد نهانا نبی اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم الیوم فذکر اشیاء و نهی عن کسب الامة الا ما عملت بیدها و قال هکذا باصابعه نحو الخبز و الغزل و النفش.
(ابوداؤد، رقم ۳۴۲۶)

”رافع بن رفاعہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں لونڈی کی کمائی سے منع کیا، بجز اس کے جو وہ ہاتھ کی محنت سے حاصل کرے۔ اور آپ نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ یوں جیسے روٹی پکانا، سوت کاتنا یا اون اور روئی دھنکنا۔“

عن علی رضی اللّٰه عنه قال نهی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم عن المغنیات و النواحات و عن شرائهن و بیعهن و التجارة فیهن قال و کسبهن حرام.
(ابویعلیٰ، رقم ۵۲۷)

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گانے والیوں اور نوحہ کرنے والیوں سے منع فرمایا ہے اور ان کی خرید وفروخت اور تجارت سے روکا ہے اور یہ ارشاد فرمایا ہے: ان کی کمائی حرام ہے۔“

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

بہرحال 'لا تبیعوا القینات' کی روایت اگر درست ہے تو ہمارے نزدیک یہ اور اس موضوع کی دوسری روایات قرآن مجید ہی کے حکم کی شرح ہیں۔ ارشاد فرمایا ہے:

وَلَاتُکْرِهُوْا فَتَیٰتِکُمْ عَلَی الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَمَنْ یُّکْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ اِکْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ. (النور ۲۴: ۳۳)

”اور اپنی لونڈیوں کو اپنے دنیوی فائدوں کی خاطر قحبہ گری پر مجبور نہ کرو، جبکہ وہ خود پاک دامن رہنا چاہتی ہوں، اور جو کوئی ان کو مجبور کرے تو اس جبر کے بعد ان کے لیے اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے۔“

گانے کی احمقانہ آواز سے ممانعت

عن جابر عن عبدالرحمن بن عوف رضی اللّٰہ عنہ قال: اخذ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بیدی . فانطلقت معہ الی ابراھیم ابنہ، وھو یجود بنفسہ، فاخذہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی حجرہ حتی خرجت نفسہ. قال فوضعہ وبکی، قال فقلت تبکی یا رسول اللّٰہ وانت تنھی عن البکاء؟ قال: انی لم انہ عن البکاء ولکنی نھیت عن صوتین احمقین فاجرین: صوت عند نغمۃ لھو و لعب ومزامیر الشیطان وصوت عند مصیبۃ لطم وجوہ وشق جیوب .

(المستدرک علی الصحیحین، رقم ۶۸۲۵)

''جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں آپ کے ہم راہ آپ کے فرزند ابراہیم کی طرف چل دیا۔ وہ اس وقت حالت نزع میں تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنی گود میں اٹھا لیا، یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی۔ پھر آپ نے انھیں اتارا اور رونے لگے۔ عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی: آپ رو رہے ہیں، جبکہ آپ نے رونے سے منع فرمایا ہے! آپ نے فرمایا: میں نے رونے سے منع نہیں کیا، البتہ دو احمقانہ اور فاجرانہ آوازوں سے روکا ہے۔ ایک خوشی کے موقع پر لہو ولعب اور شیطانی باجوں کی آواز اور دوسری مصیبت کے وقت چہرہ پیٹنے، گریبان چاک کرنے کی آواز۔''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اس روایت میں حسب ذیل باتیں بیان ہوئی ہیں:

- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی کے موقع پر گانے بجانے سے منع فرمایا۔
- مصیبت کے وقت آپ نے نوحہ کرنے اور رونے پیٹنے سے منع فرمایا۔

یہ روایت سنن البیہقی الکبریٰ، شرح معانی الآثار اور مصنف ابن ابی شیبہ میں کم وبیش انھی الفاظ کے ساتھ نقل ہوئی ہے۔ اس روایت کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ امام نووی نے اس کے ایک راوی محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کو ضعیف کہا ہے[۵۷]۔ کمال الدین اوفوی ابو لیلیٰ کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

ان محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی قد انکر علیه هذا الحدیث وضعف لاجله وقال ابن حبان انه کان ردی الحفظ کثیر الوهم فاحش الخطاء استحق الترك لو ترك احمد وقال انه سیء الحفظ مضطرب الحدیث.

(بحوالہ موسیقی کی شرعی حیثیت ۱۸)

''محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی اس روایت پر اعتراض کیا گیا ہے اور اس وجہ سے اسے ضعیف کہا گیا ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ اس کا حافظہ بہت ردی تھا، اسے وہم بہت ہوتا تھا اور وہ فاحش غلطیاں کرتا تھا۔ وہ اس کا مستحق ہے کہ اسے ترک کر دیا جائے، اسی لیے احمد بن حنبل نے اسے ترک کیا اور کہا کہ اس کا حافظہ نا قابل اعتبار ہے اور اس کی حدیثیں مضطرب ہوتی ہیں۔''

ہمارے نزدیک یہ روایت ضعیف ہونے کی وجہ سے لائق استدلال نہیں ہے۔ البتہ اس کا وہ طریق قابل اعتنا ہے جسے ترمذی نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔ جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں:

اخذ النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم بید عبدالرحمن بن عوف فانطلق به الی ابنه ابراهیم، فوجده یجود بنفسه، فاخذه النبی صلی الله علیه وسلم فوضعه فی حجره وبکی، فقال له عبدالرحمن: اتبکی اولم تکن نهیت عن البکاء؟ قال: لا ولکن نهیت عن صوتین احمقین فاجرین: صوت عند مصیبة خمش وجوه وشق جیوب ورنة شیطان. (رقم ۱۰۰۵)

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن عوف کا ہاتھ پکڑا اور انھیں اپنے فرزند ابراہیم کے پاس لے گئے۔ آپ نے انھیں حالت نزع میں پایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنی گود میں اٹھا لیا اور رونے لگے۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے عرض کیا: آپ رو رہے ہیں، کیا آپ نے رونے سے منع نہیں فرمایا تھا؟ آپ نے فرمایا: نہیں، میں نے تو دو احمق فاجر آوازوں سے منع کیا تھا: ایک مصیبت کے وقت چہرہ پیٹنے اور گریبان پھاڑنے کی آواز اور دوسرے (نوحہ گری) کرتے ہوئے شیطان کی طرح چیخنے چلانے کی آواز۔''

۵ے نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ ۴/ ۸۴۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اس طریق میں غنا یا لہو ولعب کا ذکر کسی پہلو سے موجود نہیں ہے[6]۔ یہ روایت اگر درست ہے تو ہمارے نزدیک اس کا یہی طریق زیادہ قرین قیاس ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہاں نبی کریم نے آوازوں کے حسن و قبح کے بارے میں کسی مجرد سوال کا جواب نہیں دیا، بلکہ بیٹے کی وفات کے موقع پر اپنے رونے کی وضاحت فرمائی ہے۔ چنانچہ دیکھیے عبدالرحمٰن بن عوف کا سوال ہی یہ ہے کہ آپ کیوں رو رہے ہیں، جبکہ آپ نے ایسے موقعوں پر رونے سے منع فرمایا ہے؟ اس کے جواب میں آپ نے یہ توضیح فرمائی ہے کہ میں نے آنسو بہانے سے نہیں روکا، یہ تو فطری امر ہے۔ میں نے تو جسم پیٹنے اور چیخنے چلانے سے منع کیا ہے۔ روایت کو اس زاویے سے سمجھا جائے تو اس سیاق وسباق میں گانے بجانے کا ذکر بالکل بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے۔

سازوں کا عام ہونا اور مصائب کا نزول

عن علی بن ابی طالب قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم اذا فعلت امتی خمس عشرۃ خصلة حل بها البلاء فقیل و ماهن یا رسول اللّٰہ قال اذا کان... شربت الخمور ولبس الحریر و اتخذت القینات و المعازف ولعن آخر هذه الامة اولها فلیرتقبوا عند ذلك ریحا حمراء او خسفا و مسخا. (ترمذی، رقم ۲۲۱۰)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

”علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میری امت میں پندرہ خصلتیں پیدا ہوں گی تو اس پر مصیبتیں نازل ہوں گی۔ سوال کیا گیا: یارسول اللہ، یہ کون کون سی خصلتیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: جب... شرابیں پی جائیں گی، ریشمی لباس پہنے جائیں گے، اور مغنیات اور ساز عام ہو جائیں گے اور آخری زمانے کے امتی پہلے زمانے کے امتیوں پر لعنت کریں گے۔ پس منتظر رہو اس وقت سرخ ہوا کے یا زمین میں دھنسنے کے اور شکلیں بگڑنے کے۔“

اس روایت کو ترمذی نے غریب قرار دیا ہے۔ ابن حزم کے نزدیک یہ ضعیف ہے۔ المحلی میں اس کے راویوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

---

[6] البانی نے اس طریق کو ’حسن‘ قرار دیا ہے: صحیح سنن الترمذی ۱/ ۵۱۳۔

لاحق بن الحسين و ضرار بن علي والحمصي مجهولون وفرج ابن فضالة حمصي متروك .

''(اس روایت کے راویوں میں سے) لاحق بن حسین، ضرار بن علی اور حمصی مجہول ہیں اور فرج بن فضالہ متروک ہیں۔''

(۵٦/۹)

علامہ ناصر الدین البانی کی تحقیق کے مطابق بھی یہ ضعیف روایت ہے۔[۷۷]

ہمارے نزدیک یہ روایت اسی مضمون کی حامل ہے جو اوپر صحیح روایات کے ذیل میں بخاری، رقم ۵۲٦۸ میں بیان ہوا ہے۔ دونوں روایتوں میں خمر، حریر، معازف اور مسخ' کے الفاظ کا اشتراک اسی بات پر دلالت کرتا ہے۔

گانے سے نفاق کی نشو ونما

قال ابو وائل: سمعت عبد اللّٰه يقول سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم يقول الغناء ينبت النفاق فى القلب. (ابوداؤد، رقم ۴۹۲۷)

''ابووائل بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گانا دل میں نفاق کو پروان چڑھاتا ہے۔''

اس روایت میں بیان ہوا ہے کہ گانا انسان کے دل میں نفاق کی نشو ونما کرتا ہے۔

محدثین کے نزدیک یہ روایت ضعیف ہے۔ سید مرتضی زبیدی نے احیاء العلوم کی شرح میں اس روایت کے بارے میں محدثین کی تنقیدات کو جمع کر دیا ہے۔ بیان کرتے ہیں:

''بعض لوگوں نے اس روایت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول قرار دیا ہے، لیکن یہ غلط ہے۔ ابوداؤد نے جس سند سے یہ روایت بیان کی ہے، اس میں ایک شخص ایسا بھی ہے جس کا نام تک نہیں لیا گیا۔ بیہقی نے اسے مرفوعاً اور موقوفاً روایت کیا ہے، یعنی ایک روایت میں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بتایا ہے اور دوسری روایت میں صحابی کا۔ میں کہتا ہوں کہ اسے مختلف طریقوں سے مرفوعاً روایت کیا گیا ہے، لیکن یہ تمام طریقے ضعیف ہیں۔ بیہقی کہتے ہیں کہ یہ ابن مسعود کا قول ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نہیں۔ نیز

[۷۷] ضعیف سنن الترمذی ۲۳۹۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اس کے طرق میں بعض راوی مجہول الحال ہیں۔ امام نووی کہتے ہیں کہ اس کے ضعف پر اتفاق ہے۔ زرکشی کا بھی یہی خیال ہے۔ ابن طاہر کہتے ہیں کہ اسے ثقہ لوگوں (شعبہ عن مغیرہ عن ابراہیم) نے روایت کیا ہے اور ابراہیم کے آگے کسی کا نام نہیں لیا۔ لہٰذا یہ ابراہیم کا قول ہے۔ ابن ابی الدنیا ملاہی کی مذمت کے سلسلہ میں اسی روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ یہ ابراہیم کا قول نہیں، بلکہ بات یوں ہے کہ ابراہیم کہتے تھے کہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ: ''گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔'' میں کہتا ہوں کہ یہ نہ تو ابراہیم کا قول ہے اور نہ کسی ایسے آدمی کا جس سے ابی الدنیا نے مرفوعاً روایت کیا ہو۔ ابن عدی اور دیلمی نے ابوہریرہ سے اور بیہقی نے جابر سے یہ مضمون یوں روایت کیا ہے کہ گانا قلب میں اسی طرح نفاق پیدا کرتا ہے، جس طرح پانی کھیتی پیدا کرتا ہے۔ میں کہتا ہوں یہ روایت بھی ضعیف ہے، کیونکہ اس میں ایک راوی علی بن حماد ہے جسے دارقطنی نے متروک قرار دیا ہے۔ دوسرا راوی ابن ابی ردا ہے جسے ابوحاتم نے منکر الحدیث کہا ہے۔ ابن جنید کہتے ہیں کہ ابن ابی ردا تو ایک ٹکے کا بھی نہیں ہے اور ابراہیم بن طہانی مختلف فیہ ہے۔''

(شرح احیاء علوم الدین ۴۶۶/۶)

علامہ ناصر الدین البانی نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے اور اسے اپنے مجموعہ ''ضعیف سنن ابی داؤد'' میں شامل کیا ہے۔[۸۷]

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ 'الغناء ینبت النفاق فی القلب' (گانا دل میں نفاق کو پروان چڑھاتا ہے۔) کے الفاظ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اسے کسی حکم کی بنیاد بنانا درست نہیں ہے۔ تاہم اگر کسی صحابی یا کسی تابعی کے قول کی حیثیت سے اس کی تفہیم مقصود ہو تو ہمارے نزدیک اسے بیہقی کی حسب ذیل روایت کی روشنی میں سمجھنا زیادہ مناسب ہوگا:

عن ابن مسعود قال الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء الزرع والذکر ینبت الایمان فی القلب لما ینبت الماء الزرع. (رقم ۲۰۷۹۶)	''ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غنا دل میں ایسے نفاق پیدا کرتا ہے جیسے پانی کھیتی اگاتا ہے۔ اللہ کا ذکر دل میں ایسے ہی ایمان پیدا کرتا ہے جیسے پانی کھیتی اگاتا ہے۔''

۸۷؎ ۴۰۳۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ غنا کا لفظ ذکر الٰہی کے تقابل میں آیا ہے۔ چنانچہ اس سے جو بات ماخوذ ہوتی ہے، وہ اشتغال بالادنیٰ کے مقابل میں اشتغال بالاعلیٰ کی ترجیح ہے۔ گویا یہاں غنا کی شناعت بیان نہیں ہو رہی، بلکہ تلاوت قرآن کی ترغیب کو نمایاں کیا جا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ موسیقی اگر لوگوں کا اوڑھنا بچھونا بن جائے تو اس طرح کی ہدایت دین کا عین تقاضا ہے۔ زید بن ارقم بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک نوجوان گیت گاتا ہوا گزرا تو آپ نے اسے مخاطب ہو کر فرمایا:

یاشاب هلا بالقرآن تغنی؟ (الدیلمی)

”اے نوجوان تو قرآن کو غنا سے کیوں نہیں پڑھ لیتا؟“

---

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

خیال و خامہ

— جاوید

○

رہتی ہے اگر گردشِ دوراں کوئی دن اور   دیکھیں گے یہی آدم و یزداں کوئی دن اور
شاید اسی فرمان پہ قائم ہے جہاں اب   رہنے دو اسے دست و گریباں کوئی دن اور
تہذیب کی یلغار میں ہے یہ بھی غنیمت   ناچار ہی رہ جائیں مسلماں کوئی دن اور
تیرہ ہیں مہ و مہر تو ہم اپنے لہو سے   کر دیتے ہیں یہ بزم چراغاں کوئی دن اور
بڑھتا ہی رہا درد ستم گر کی دوا سے   کیا خوب تقاضا ہے کہ درماں کوئی دن اور
ہوتی ہے اگر گرمیِ محفل کی تمنا   کر لیتے ہیں تنہائی کو مہماں کوئی دن اور

اس دور میں سرمایۂ اربابِ نظر بھی
اب ہو گا فراہی کا دبستاں، کوئی دن اور

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org